خرم مرادؒ

کی

آخری وصیّت

مصنّف

خرم مراد

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسلمان پر دو راتیں ایسی نہ گزرنا چاہئیں کہ اس کے پاس وصیت کے قابل اشیاء اور امور کے بارے میں لکھی ہوئی وصیت موجود نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ

(الشعراء: ۸۸، ۸۹)

جس دن نہ کام آئے کوئی مال، اور نہ بیٹے سوائے اس کے جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ وہ اپنے بندوں تک اپنی آیات پہنچانے کے لیے، کتاب و حکمت کی تعلیم کے لیے، اور ان کے تزکیہ کے لیے ایسی ہستیاں مامور کرتا ہے کہ جو اپنے زماں و مکاں میں نور علیٰ نور کا پر تو بن کر دلوں کو ایمان کی زینت سے آراستہ کرتی ہیں اور کفر و فسق و عصیان سے نفرت دلاتی ہیں۔

خرم مراد پر یہ اللہ کا بیش بہا انعام تھا کہ وہ اپنی تحریر و تقریر، دروس و مواعظ، تزکیہ و تلقین اور گفتگو و مباحث کے ذریعے حق کی گواہی دیتے، زندگیوں کو بندگی رب کے مطابق ڈھالتے اور دلوں کو پاکیزہ بناتے۔ ان سے مستفید ہونے والے ان گنت افراد اس کرہ ارض پر پھیلے ہوئے ہیں۔

اپنے خاندان کی تربیت سے اپنی زندگی میں غافل رہے نہ موت سے۔
اپنے آپ کو اور گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے انہوں نے ایسا ماحول ترتیب دیا کہ نیکیاں فروغ پاتی تھیں اور برائیاں مرجھا جاتی تھیں۔ جب ہمیں کوئی نیک کام کرتے دیکھا تو بے تحاشا خوش ہوتے کہ جیسے انہیں کوئی انعام مل رہا ہو۔ اگر کبھی غفلت میں مبتلا دیکھا تو سمجھایا، تنبیہ کی، اور گرنے سے بچایا۔ ہماری زندگی میں اپنی موت سے پیدا ہونے والے خلا کو پر کرنے کے لیے، انہوں نے بیماری کے باوجود، سنت سلف پر عمل کرتے ہوئے، یہ وصیت تحریر کی۔

ان کے پیچھے رہنے والوں میں صرف ہم لوگ ہی نہیں ہیں، بلکہ وہ تمام افراد بھی ہیں، جن سے انہوں نے اللہ کی خاطر محبت کی اور جن کو وہ جنت کا راستہ دکھاتے رہے۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا کہ اس وسیع خاندان تک اس وصیت کو پہنچایا جائے تاکہ ہم سب کے نیک اعمال ان کے لیے صدقہ جاریہ بن جائیں اور نیکیوں کے یہ تحائف ان کو قیامت تک ملتے رہیں۔

آپ جب اس کو پڑھیں گے تو اس کی حلاوت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہے، مزاج میں تسنیم کی طرح ہے، اور ان چیزوں میں سے ہے کہ جس کے لیے سبقت لے جانے والے سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ وہ خرم مراد کی مغفرت کرے، اور ہمیں بھی

ایمان کی وہ قوت دے تاکہ ہمیں بھی ان کے حوالے سے ان کے درجے تک پہنچنے کی سعادت مل جائے۔ آمین

اعزہ و اقارب

لمعت النور مراد

احمد، حسن، فاروق، فرح، اویس، فائزہ

ھما، نوشابہ، سیما، بلال، مریم

فاطمہ، آمنہ، سارہ

مریم، ابراھیم

صفا، اسمعیل

حمیرا، زینب، کلثوم، زھرا، عائشہ، مونا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصیت کی اہمیت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسلمان پر دو راتیں ایسی نہ گزرنا چاہئیں کہ اس کے پاس وصیت کے قابل اشیا اور امور کے بارے میں لکھی ہوئی وصیت موجود نہ ہو (او کما قال علیہ الصلاۃ والسلام) میں یہ وصیت حضورؐ کے اسی ارشاد کی تعمیل میں لکھ رہا ہوں۔

موت سے کسی کو بھی مفر نہیں ۔ یہ کسی وقت بھی آ سکتی ہے، کہیں بھی آ سکتی ہے، اچانک بھی آ سکتی ہے، اس طرح بھی آ سکتی ہے کہ کوئی پاس نہ ہو، پاس ہوں تو اہل و عیال نہ ہوں، ہوں بھی تو ان سے کچھ کہنے کا موقع نہ ملے، اور کسی چیز کے بارے میں وصیت کرنے کی نوبت نہ آئے۔ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاءَ لَا يُؤَخِّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (نوح: ۴) (حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو پھر ٹالا نہیں جاتا۔ کاش تمہیں اس کا علم ہو) اور فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا اِلٰى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (یٰسین :۵۰۔ اور اس وقت یہ وصیت تک نہ کر سکیں گے، نہ اپنے گھروں کو پلٹ سکیں گے۔)

موت آتی ہے تو دنیا کی ہر چیز سے ہر قسم کے روابط اور تعلقات بالکل منقطع ہو جاتے ہیں، کسی چیز پر کوئی قدرت باقی نہیں رہتی، ہر قسم کے معنوی اور مادی اسباب و وسائل چھوٹ جاتے ہیں، کسی چیز کے بارے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں رہتا۔ وصیت ہر وقت تیار رکھنے کی ہدایت اس لیے ہے کہ تمام امور و معاملات بہ حسن و خوبی سلجھ سکیں، حقوق اور دیون کی ادائی کا بندوبست ہو سکے، امانتیں ادا ہو سکیں، اور حتی الامکان وہ چیزیں انجام پا سکیں جو انسان چاہتا ہے۔

وصیت ہر وقت تیار رکھنا اس بات کی مسلسل یاد دہانی کے لیے بھی مفید ہے کہ ایک دن سے زیادہ، آج کے دن کے بعد، زندگی کا کوئی اعتبار نہیں کہ وہ رہے گی یا نہیں۔ اس یاد دہانی سے وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ جس کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دی ہے: صبح ہو تو شام کی امید نہ رکھو۔ شام ہو تو صبح کی نہ رکھو۔ دنیا میں ایک مسافر یا راہ گیر کی طرح رہو۔

لیکن افسوس کہ سب جانتے اور بوجھتے بھی، سستی اور ٹال مٹول ایسی غالب رہی کہ صبح ہوتی رہی اور شام ہوتی رہی، مگر وصیت لکھنے کی نوبت آرہی ہے تو آج۔۔۔ آج جب کہ عمر کی ۶۳ منزلیں گزر چکی ہیں، اور موت، جو کبھی بھی کچھ دور نہ تھی، مسلسل قریب آتی رہی ہے، اور اب تو بہت ہی قریب آگئی ہے۔ یہ افسوس اور ندامت اس لیے کہ میرا معاملہ ہر عام آدمی کی طرح کا معاملہ نہیں، جسے وصیت تیار رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پہلے ہارٹ اٹیک کے

بعد، جو نومبر ۱۹۶۶ میں ہوا اور سب سے سخت اٹیک تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اب تک ۳۰ سال کی بونس عمر دی ہے، مہلت دی ہے۔ اس طویل مدت میں، میں ایک عام آدمی سے کہیں زیادہ مسلسل روز بروز بڑھتے ہوئے موت کے خطرے کی زد میں رہا ہوں۔ اس مدت میں مزید چار ہارٹ اٹیک ہوئے، تین دفعہ ایمبولینس میں انتہائی نگہداشت میں گیا جس سے واپسی کا امکان کم ہی ہوتا ہے، ۲۰ سال سے انجائنا ہے، ۴ دفعہ انجیوگرافی ہو چکی ہے، دو دفعہ بائی پاس سرجری ہو چکی ہے، صرف بائی پاس نہیں، بلکہ والو کی وجہ سے اوپن ہارٹ سرجری ہوئی، ایک والو پلاسٹک کا ہے۔ ۱۹۹۱ کے ہارٹ اٹیک کے بعد انجائنا برابر بڑھ ہی رہا ہے، اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ تیسری سرجری کے بارے میں سنجیدگی سے غور ہو رہا ہے۔ دو ہفتے لاہور میں قلب کے وارڈ میں گزار کر اب انگلینڈ میں ہوں۔ ۸ فروری کو پھر انجیوگرافی پیش نظر ہے تاکہ آیندہ کا لائحہ عمل طے کیا جاسکے۔۔۔ جو تقریباً یقینی ہے کہ آپریشن ہی ہوگا۔ اِلا ماشاء اللہ۔ میں بظاہر مذاق میں کہتا رہا ہوں کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے اور میری میڈیکل ہسٹری چھپے، تو لوگوں کو تعجب اس پر نہیں ہوگا کہ یہ کیوں مر گیا، بلکہ ہوگا تو اس پر ہوگا کہ یہ اب تک زندہ کیسے رہا۔۔۔۔ لیکن اس سب کے باوجود بھی وصیت نہ لکھی جا سکی، یہ غفلت کچھ وصیت کے معاملے ہی میں نہیں ہے۔ ساری بدعملیوں اور محرومیوں کا حال یہ ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی ہوتی رہی ہیں۔ انھی کوتاہیوں کی نذر عمر کا بیش تر سرمایہ وقف ہو گیا ہے۔

ایسا نہیں کہ سستی اور ٹال مٹول کی اس طویل مدت کے دوران میں، موت سے بالکل غافل، یا وصیت لکھنے کی فکر سے خالی رہا ہوں۔ موت کو یاد رکھنے کی کوشش بہت عرصے سے رہی ہے۔ خاص کر ۱۹۸۲ کے بعد اور ہی زیادہ۔ گزشتہ ۵ سالوں میں تو وقتاً فوقتاً یہ مراقبہ بھی کرتا رہا ہوں کہ ایک سانس آئی، پتا نہیں دوسری آئے گی یا نہیں، اور آئے گی بھی تو اللہ کے اذن سے۔ ایک دفعہ دل دھڑکا، دوسری دفعہ دھڑکے گا یا نہیں، اور دھڑکے گا تو اللہ کے حکم سے۔ رات کو سوتے ہوئے موت کو یاد کر کے ہی، بھول نہ جاؤں تو یہ کہتا ہوں کہ اِنْ اَمْسَکْتَھَا فَارْحَمْھَا (اگر تو اس کو روک لے تو اس پر رحم فرما)۔ ۱۹۸۲ کے آپریشن سے پہلے تم سب کے نام، دوسروں کے نام بھی، خط لکھ لیے تھے اور وصیت بھی، نرس کے حوالے کر دی تھی۔ گزشتہ ایک سال سے تو مسلسل فکر لگی رہی ہے۔ لیکن بس لکھنے کے دوسرے کام اتنا وقت لیتے رہے کہ نوبت نہ آئی۔ لاہور کے ہسپتال میں تو لکھنا شروع کر دی تھی، لیکن پھر سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اب یہاں فاروق کے گھر میں آج ۲۷ جنوری ۱۹۹۶کو نئے سرے سے لکھنا شروع کر رہا ہوں۔ "ترجمان القرآن" کا کام اب بھی سر پر ہے۔ بس اللہ سے دعا ہے کہ وہ اسے مکمل کروا ہی دے۔

اس وصیت کے مخاطب لمعت، احمد، حسن، فاروق، فرح، اویس، فائزہ، ہما، نوشابہ، سیما، بلال، مریم اور ان کے سب بچے ہیں۔ ان کے ذریعے سے اس کا عمومی حصہ عام ہو تو میری طرف سے کوئی ممانعت نہیں، لیکن میری کوئی وصیت بھی نہیں کہ ایسا کیا جائے۔

عمومی توصیات

مجھ سے جدائی پر تمہیں جو رنج و غم ہوگا، اس کا مجھے بخوبی اندازہ ہے۔ جتنی محبت ہوتی ہے اور تعلق ہوتا ہے، اتنا ہی جدائی پر رنج و غم زیادہ ہوتا ہے۔ تم کو مجھ سے جس قدر محبت ہے، اس میں مجھے کوئی شبہ نہیں۔ اس لیے تمہیں جس قدر رنج و غم ہے، اس میں بھی مجھے کوئی شبہ نہیں۔ اس بارے میں چند باتیں سامنے رکھو، اور ان پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ اس معاملے کو تمہارے لیے اور میرے لیے ابدی خیر و برکت کا ذریعہ بنا دے گا۔ تمہیں اپنی کیفیات پر قابو پانے میں بھی مدد ملے گی۔

(۱) دل کا غم، اللہ کی اس رحمت کی برکت ہے جو اس نے تمہارے دل میں رکھ دی ہے۔ دل کی رقت اور آنکھوں کے آنسو بھی اس کی رحمت کا فیضان ہیں۔ اس غم کو اور اس نمی کو اللہ کا عطیہ سمجھو۔ دل کی ایسی سختی کہ وہ حوادث پر پگھل کر نہ دے، اور آنکھوں کی ایسی خشکی کہ وہ بہہ کر نہ دیں، اللہ کی رحمت سے دوری اور محرومی کی علامت ہے۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا، یہ مرہم کا کام بھی کرے گی، سہارے اور اجر کا باعث بھی بنے گی۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بالکل ایسے ہی موقع کے لیے فرمایا، جب آپؐ خود ایسی ہی کیفیت سے دوچار تھے: بے شک ہم جدائی پر غمگین ہیں، آنکھیں غمناک ہیں، لیکن اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ حضورؐ کے اس سہارے میں تسلی اور صبر کا سامان بھی پاؤ گے، اور رنج و غم کی وہ حد بھی جہاں تم کو رک جانا چاہیے۔ رنج و غم میں بھی حضورؐ کے اتباع کی نیت ضرور رکھنا۔ آپؐ سے قربت نصیب ہوگی، جو خود تسلی اور سہارے کا بڑا سامان ہے۔ پھر اس غم و اندوہ کا اجر بھی ملے گا، اور اللہ کی محبت بھی نصیب ہوگی۔ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰہ اور یہ قیمتی ہدیا کچھ نہ کچھ مجھے بھی پہنچیں گے، ان شاء اللہ۔

(۳) جو چیزیں اللہ کو پسند نہیں، اس کو ناراض کرتی ہیں، انہیں بھی یاد رکھنا، اور ان سے بچنا، یہ باتیں ایمان کے منافی ہیں۔۔۔۔ دل اور آنکھ تمہارے اختیار میں نہیں، ان کو روکنا اور تھامنا ضروری بھی نہیں، بلکہ یہ کیفیات اللہ کا عطیہ ہیں۔ لیکن زبان کو تھامنا ضروری ہے۔ اور یہ تمہارے اختیار میں ہے۔ کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکلے جو رضا بالقضا کے خلاف ہو۔ جزع و فزع نہ ہو، گلہ شکوہ نہ ہو، یاس و حسرت نہ ہو۔ یہی روش تمہاری طرف سے میرے لیے سب سے پہلا بیش قیمت ہدیہ ہوگا، جو ان کٹھن مقامات پر میرے بہت کام آئے گا، جن سے آنکھ بند ہوتے ہی مجھے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور ان شاء اللہ، تمہارے لیے بھی بے معنی اور لاحاصل کلمات کے مقابلے میں یہ طرز عمل زیادہ سے زیادہ اجر کا باعث ہوگا۔

(۴) سب سے بڑھ کر اس بات کی نگہداشت کرنا کہ زبان سے کوئی لفظ حسرت کا ہرگز نہ نکلے، نہ دل کسی حسرت میں مبتلا ہو۔ یہ تو ہرگز نہ کہنا، نہ سوچنا کہ "اگر! کاش.....ایسا ہوتا.....ایسا نہ ہوتا.....تو یہ نہ ہوتا"۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "لو (کاش، اگر) شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کافروں کا قول ہے۔ تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کفر کیا، اور سفر یا لڑائی میں مرنے والے پیاروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ "اگر (نہ جاتے) ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے، نہ قتل کیے جاتے۔ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذَالِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ (آل عمران :١٥٦) یہ باتیں تو اللہ کی طرف سے ان کے دلوں میں لاحاصل حسرت کی آگ بھڑکانے کے لیے ہیں۔

(۵) یہ سوچ، اور یہ گفتگو، صرف حسرت کی سوزش کا سامان اس لیے بھی ہے کہ جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا، وہ اب کسی صورت پلٹایا نہیں جا سکتا۔ اس لیے بھی ہے کہ جو کچھ ہونا تھا، وہ اسی طرح، اسی وقت اور اسی مقام پر ہونا تھا، پہلے سے کوئی بھی تدبیر کر لی جاتی تو بھی اس سے مفر کی کوئی صورت نہ تھی۔ یہ دو باتیں اچھی طرح یاد رکھو گے تو رضا بالقضا کی آدمی کیفیت تو حاصل ہو جائے گی۔

بار بار یاد کرنا، خود کو، سب کو یاد دلانا، کہ حکم، تدبیر اور تصریف صرف اللہ کے لیے ہے۔ اسباب جو نگاہوں سے نظر آتے ہیں، اس کی تدبیر کا ذریعہ ہیں۔ جو اللہ کی معرفت سے تہی دامن ہے، اس کی نگاہ انہی اسباب میں

اٹک جاتی ہے، یہی اسباب اس کے اور رب کے درمیان حجاب بن جاتے ہیں۔

ورنہ جو کچھ پیش آتا ہے، اللہ کے حکم سے پیش آتا ہے: مَا اَصَابَ مِن مُّصِیبَۃٍ اِلَّا بِاِذنِ اللّٰہِ (التغابن: ١١) (کوئی مصیبت کبھی نہیں آتی مگر اللہ کے اذن ہی سے آتی ہے)۔ یہی دل کو سیدھا رکھنے کا نسخہ ہے: وَمَن یُّؤمِن بِاللّٰہِ یَھدِ قَلبَہٗ (التغابن: ١١) (جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے)۔ جو مصیبت پڑ گئی، ٹل نہ سکتی تھی، جو نہیں پڑی، وہ پڑ نہیں سکتی تھی۔ سارے جن و انس مل کر بھی کوئی نقصان روکنا چاہیں، کوئی نفع پہنچانا چاہیں، تو کچھ نہیں کر سکتے رُفِعَتِ الاَقلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (قلم اٹھا لیے گئے اور کتابیں خشک ہو گئیں)۔ خاص طور پر موت۔ کوئی بھی اللہ کے حکم کے بغیر، اس کی لکھی ہوئی مدت سے ایک لمحہ پہلے یا بعد نہیں مر سکتا۔ موت کا وقت آ جائے، کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ سبب کوئی بھی ہو۔ جہاں مرنا ہوگا، اور جس طرح مرنا ہوگا، اسی کی طرف کشاں کشاں لے جایا جائے گا۔ لَبَرَزَ الَّذِینَ کُتِبَ عَلَیھِمُ القَتلُ اِلٰی مَضَاجِعِھِم (آل عمران: ١٥٤) (جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے)۔ جب ہر چیز پہلے سے لکھی ہوئی ہے، تو کسی بھی چیز کے ہاتھ سے نکل جانے پر یاس و حسرت کا شکار کیوں بنو۔ لِکَیلَا تَاسَوا عَلٰی مَا فَاتَکُم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا، مقام ابراہیم کی دعا بھی ہے، اور تسلیم و رضا کے مقام ابراہیمی کے حصول کا بڑا موثر ذریعہ بھی۔ اگر اب تک

نہیں مانگتے رہے ہو تو اب باقاعدگی سے مانگنا شروع کر دو۔ بہت مفید پاؤ گے۔

اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسْئَلُکَ اِیْمَاناً یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْناً صَادِقاً حتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَنْ یُّصِیْبَنِیْ اِلاَّ مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرِضاً بِمَا قَسَمْتَ لِیْ۔

(اے اللہ میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو دل میں سرایت کر جائے، اور سچا یقین، یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، سوائے اس کے جو تو نے میرے لیے لکھ دی، اور راضی ہو جاؤں اس پر جو تو نے میری قسمت میں کردیا)۔

وہی پڑا جو اس نے لکھ دیا تھا۔ اس سے بڑھ کر، یہ بھی یاد کرنا کہ جو کچھ اس نے لے لیا وہ اسی کا تھا، اس لیے کہ اسی کا دیا ہوا تھا۔ جو کچھ اس نے دیا تھا، وہ عارضی مدت کے لیے ہی دیا تھا: متاعا الی حین. اسے بہرحال فنا ہو جانا تھا: کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ پھر اس پر حسرت و یاس کا کیا سوال، اور جزع وفزع کس لیے؟ بس یہ پڑھو کہ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَ لِلّٰہِ مَا اَعْطٰی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مجھ سے جدائی ہی کے معاملے میں نہیں، دنیا کی کسی بھی چیز، محبوب سے محبوب چیز، سے جدائی، اس کے چھن جانے، اس کے نہ ملنے پر، اپنے دل، سوچ اور زبان کو انھی تعلیمات کے ساتھ باندھے رکھنا۔ تم ان میں طمانیت اور

سکینت کا ایک اتھاہ اور لازوال خزانہ پاؤ گے۔ دنیا کے تمام غم زائل ہو جائیں گے، تمہاری جھولی طمانیت و سکون سے بھر جائے گی ۔ اجر بھی بے حد و حساب پاؤ گے۔ اس لیے کہ یہی صبر کی اصل ہے ۔ اور اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ(الزمر: ۱۰)۔ (صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا)۔

(٦) میں اپنے بارے میں رضا بالقضا اور حسرت و یاس سے اجتناب کی تم کو اس شدت کے ساتھ تاکید، دو وجوہ سے کر رہا ہوں:

ایک س لیے کہ سلسلہ اسباب و علل کے تحت بظاہر قوی امکان اسی بات کا ہے کہ میری موت دل کے عارضے کی وجہ سے واقع ہو ۔ اگرچہ مجھے یقین ہے کہ دل کی اتنی طویل بیماری کے باوجود اللہ نے کوئی دوسرا سبب لکھا ہوگا، تو وہی باعث ہو گا۔ ہو سکتا ہے مہلت ملے، ہو سکتا ہے نہ ملے۔ کسی شغل یا مصروفیت کے درمیان، یا اس کے فوراً بعد ایسا ہو ۔ ایسی صورت میں سب کی نگاہ فوری سبب پر جاتی ہے۔ یہی کہا جاتا ہے کہ "یہ نہ کر رہے ہوتے، نہ کرتے ہوتے تو...." نگاہ رب الاسباب پر نہیں جاتی ۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ ۔ میری تم کو یہی نصیحت ہے کہ اپنی نگاہ، طبعی سبب سے مکمل طور پر ہٹالو، فوری سبب ہو یا طویل بیماری اور میری مشغولیات کا سبب، اور صرف پردہ غیب کے پیچھے مستور، لیکن چشم دل و بصیرت کے سامنے عیاں، فاعل حقیقی کے اوپر جما لو۔ سبب اور بہانہ کوئی بھی بن سکتا تھا، حادثہ بھی ہو سکتا تھا، لیکن جو

کچھ ہوا، وہی ہونا تھا، اسی وقت ہونا تھا اور اسی طرح ہونا تھا۔ جو کچھ کیا اللہ نے کیا: مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَاءُ لَمْ یَکُنْ (جو اس نے چاہا ہو گیا اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا)۔ میں تو عرصے سے روز صبح وہ دعائیں باقاعدگی سے پڑھتا ہوں، جن میں یہ کلمہ شامل ہے۔ تم بھی پڑھا کرو اور ہر فرض نماز کے بعد، حضورؐ کے اتباع میں، یہ دعا بھی:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، بادشاہی اس کے لیے ہے، تعریف اس کے لیے ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ، جو تو عطا کرے، اسے روکنے والا کوئی نہیں، اور جو تو روکے، اسے عطا کرنے والا کوئی نہیں)۔

خاص طور پر آج کے اس مادی دور میں ۔۔۔ جب ہر بات کی تعبیر مادی اسباب ہی سے کی جاتی ہے ۔۔۔ اس شرک خفی سے بچنے کا نسخہ یہی ہے کہ دل و نگاہ کا مرکز مَاشَاءَ اللّٰہُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کو بنائے رکھو۔ صبر کا بھی سب سے کارگر نسخہ یہی ہے۔ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

دوسری وجہ، جو زیادہ اہم ہے، وہ یہ ہے کہ اس کا بھی بہت امکان ہے کہ فوری وجہ اللہ کے کسی کام میں مشغولیت ہو: تقریر کرتے ہوئے، کچھ لکھتے

ہوئے، کسی اجتماع میں بیٹھے ہوئے، کسی سے ملاقات کرتے ہوئے، معمول کے مطابق یا غیر معمولی طور پر کسی مصروفیت اور مشغولیت کے دوران۔ اگر سبب اللہ کا کام ہو، فوری ہو یا مستقل، تو اس کام کو مورد الزام گردانا، نہ صرف فاعل حقیقی سے نگاہ کو ہٹا لینا ہوگا، بلکہ جو کام اس کو محبوب ہے، اس کی طرف سے دل میں تنگی اور زبان پر الزام دہی، اس کو ناراض کرنے کا سبب بھی بن سکتی ہے، اب بھی عموماً جماعت، جماعت کے کاموں اور جماعت کے لوگوں پر الزام رکھ دیا جاتا ہے۔ اب بھی تدابیر میں سر فہرست اسی کام کو کم کرنے کو رکھا جاتا ہے۔ آرام کے معنی اسی کام سے آرام کے ہوتے ہیں، اور دنیا کی دیگر بے شمار ذہنی مصروفیات اور ہجوم و افکار کا کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ مجھے یہ اب بھی ناگوار ہوتا ہے، اور ڈر لگتا ہے کہ اللہ کو بھی ناگوار نہ ہو۔ اس لیے اس موقع پر میں شدت سے یہ تاکید کروں گا کہ تمہاری طرف سے ایسی کوئی بات نہ کہی جائے، نہ سوچی جائے، دوسرے کہیں تو اس کی تردید کی جائے۔ ہاں، دل میں آ جائے تو کوئی بات نہیں۔

اگر اللہ کی راہ میں کام کرتے ہوئے، کوئی کام فراق کا فوری سبب بنے تو اس پر تو اللہ کا شکر بجا لانا چاہیے۔ میری تو اب دعا یہی ہے کہ اگر شہادت نصیب میں نہ ہو تو کم سے کم موت اس کا کام کرتے ہوئے آئے۔ شاید یہ آن ڈیوٹی (On duty) موت بھی کسی درجہ میں شہادت میں شمار ہو جائے۔ قتل کے ساتھ الگ سے موت کے ذکر کے کچھ معنی تو ہیں: وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيلِ

اللّٰہِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۔ (آل عمران:۱۵۷)۔
(اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصے میں آئے گی وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔)

مجھے تو اس بات کا یقین ہے کہ اگر مجھے آج تک تیس سال کی مہلت ملی ہے، اور اتنے ہارٹ اٹیک اور آپریشنوں کے باوجود ملی ہے ،اور اتنی سہولت سے ملی ہے کہ دو آپریشن بالکل بلا کسی خرچ کے ہو گئے ،اور اس طرح ملی ہے کہ میں ایک نارمل آدمی سے زیادہ ہی بھرپور کام کرتا رہا ہوں، تو اس کا سبب وہی برکت ہے جو اللہ کا کام کرنے سے حاصل ہوئی ہے، برا بھلا جیسا بھی کرتا رہا ہوں۔ بلکہ سوچتا ہوں تو جتنا بھرپور کام نتیجہ خیز وقت ان تیس سالوں میں گزرا ہے، وہ اس سے پہلے نہیں ہو سکا۔ بلکہ تحریر کا تو تقریباً سارا کام ۱۹۸۱ کے بعد ہوا ہے، جب لیسٹر (برطانیہ) میں دوسرا ہارٹ اٹیک ہوا اور انجیو گرافی اور آپریشن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مجھے امید ہے کہ آیندہ بھی جو مہلت ملے گی وہ اسی لیے کہ میں اس کا کام کرتا رہوں۔ بلکہ مہلت کم ہو اور وہ کام میں گزرے، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس کی بہ نسبت کہ مہلت زیادہ ہو اور سارا وقت احتیاط، آرام اور کچھ نہ کر سکنے میں گزر جائے۔

(۷) صبر سے آگے تسلیم و رضا کا ایک مقام اور ہے، اور وہی اصل رضا بالقضا ہے۔ اس پر بھی اپنی نگاہ جمانے کی کوشش کرو۔ وہ یہ کہ ہر مصیبت میں

خیر دیکھو جو اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لیے رکھ دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ خیر محض ہے: وَبِيَدِهِ الْخَيْرُ وَلَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ. اور ہر تدبیر، تقدیر، قضا اسی کی طرف سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری محدود نگاہ اس خیر کو فوراً نہ دیکھ سکے۔ ایک خیر تو یہ ہے کہ تم صبر کروگے، اللہ کا قرب اور معیت پاؤگے، دنیا اور آخرت کی اعلیٰ ترین اور بیش بہا نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہوگے۔ مصیبت نہ پڑتی تو یہ سب کچھ کیسے حاصل ہوتا! غور کرو تو نہ اس فانی دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت، نعمت حقیقی ہے، نہ یہاں کی بڑی سے بڑی مصیبت حقیقی معنوں میں مصیبت ہے۔ ایک تو ہر ایک کو گزر جانا ہے۔ دوسرے جس نعمت پر اللہ کا شکر نہ ہو، وہ ایک مصیبت ہے، کہ جس دن ولتسئلن یومئذ عن النعیم کا منظر ہوگا، وہ بلائے جان بن جائے گی۔ اور جس مصیبت پر اللہ کے لیے صبر ہو، وہ ایک نعمت ہے، کہ اس کا بیش بہا اجر ہمیشہ کے لیے ہے۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی کیا خوب ہے! نعمت ملتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور لازوال اجر پاتا ہے ۔ ۔ ۔ مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتا ہے اور لازوال اجر پاتا ہے۔ تم دونوں حالتوں میں یہی اجر لوٹنے کی کوشش کرنا۔ اس کیفیت اور اجر میں سے جو نصیب ہو جائے اس پر خوشیاں منانا، جو ہاتھ سے نکل جائے اس پر غم منانا، نہ کہ دنیا کی فانی نعمتوں کے نہ ملنے یا مصیبتوں کے پڑنے سے۔

ہر مصیبت میں تمہارے لیے تزکیہ و تربیت کا سامان بھی ہے اور اگر تم اسے اللہ کی طرف سے دیکھنے لگو جو كَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا، تو ہر مصیبت اس

کی عطا ہے، لقائے دوست کا سامان ہے، اس سے ملاقات اور قرب کا ذریعہ، اور اس لیے جائے شکر بھی۔

⑧ رضا بالقضا مجبوری کا معاملہ نہیں کہ جو ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ بلکہ اس پر رضا مندی اور پسندیدگی کا معاملہ ہے، اور اس کے بدلے میں اجر کی توقع اور اس کی لذت کی خوشی کا معاملہ ہے۔ غم تو تعلق ٹوٹنے کا ہے، باہمی محبت کی لذت، قربت کی لذت، ساتھ بیٹھنے کی لذت، بات چیت کی لذت، ختم ہو جانے کا غم ہے۔ لیکن اس سے کوئی مفر نہیں کہ یہ ختم ہو جاتی، آج نہ ہوتی تو کل ہوتی۔ لیکن انہی لذتوں کا پکا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے صبر اور تقویٰ کرنے والوں سے۔ ایسی لذت جس کا تصور بھی تم نہیں کر سکتے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (السجدۃ: ۱۷)۔ (پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں)۔ اور ہمیشہ باقی رہنے والی۔ نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ۔ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ..... خَالِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا۔

دیکھو، آج جو چیز ختم ہو گئی، اسی کا وعدہ ہے کہ کل ملے گی۔ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَ میں باہم مل بیٹھنے کی لذت۔ فِیْ شُغُلٍ فٰکِهُوْنَ میں دلچسپ و لذیذ مشغولیتوں کی لذت۔ خاص طور پر بیویوں اور اولاد کے ساتھ: هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ (یٰسین: ۵۶)۔ (وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں، مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے)۔ اس لذت کے مقابلے میں وہ عارضی لذت کیا مقام رکھتی ہے، جو آج ہم اور تم سے لے لی گئی ہے۔ ایمان اور

عمل صالح کے لیے کوشاں رہو، تو بس اللہ کا قطعی وعدہ ہے۔ حساب آسان ہوگا پھر ملیں گے، ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ (الطور: ۲۱)۔ (جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی کسی درجہ ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہے ان کی اس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملادیں گے)، کا وعدہ۔ وَیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا، اپنے اہل و عیال کی طرف شاداں و فرحاں، کامیاب و بامراد واپسی کی لذت کا وعدہ۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ (الرعد: ۲۳)۔ (یعنی ایسے باغ جو ان کی ابدی قیامگاہ ہوں گے، وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباء و اجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو صالح ہیں وہ بھی ان کے ساتھ وہاں جائیں گے)، کا وعدہ۔

⑨ میں نے معروف معنوں اور انداز میں تمہیں صبر کی تلقین نہیں کی ہے، نہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اب تک جن باتوں کی وصیت کی ہے، ان کے ذریعے صبر کی عظیم شاہراہ کو تمہارے لیے آسان اور وسیع کر دیا ہے، اس کے دروازوں کی کنجیاں تمہارے ہاتھوں میں تھما دی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم ان کنجیوں سے صبر کے، اور اس طرح جنت کے، دروازے خود اپنے لیے کھول لوگے، اور سہولت کے ساتھ اس راہ پر چلوگے۔ اس موقع ہی پر نہیں، ساری زندگی میں سکون و طمانیت اور کامیابی و سرفرازی کا راز صبر ہی میں پوشیدہ ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا (الاعراف ۱۳۷)۔

(اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدہ خیر پورا ہوا، کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا)۔

جہاں تک موت کے سلسلے میں میری کیفیت کا تعلق ہے، وہ میں بتا دوں۔ آج کا حال یہی ہے، کل کیا ہوگا، یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اس کی پسندیدہ کیفیت ہو تو وہ اسے باقی رکھے اور بڑھائے، ناپسندیدہ ہو تو اصلاح کر دے۔

اول: موت کا ڈر ایک فطری کیفیت ہے۔ میں اس سے کبھی خالی نہ رہا، آج بھی نہیں ہوں، شاید مرتے وقت بھی نہ ہوں گا۔ موت کی تکلیف کا ڈر، موت کے بعد کے مراحل کی تکلیف کا ڈر۔ طبعی خوف و ڈر سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ پیغمبروں کو بھی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ مصر سے نکلے تو خَائِفًا یَتَرَقَّبُ، خوف زدہ، ڈرتے اور سہمتے۔ عصا سانپ بن گیا، تو ڈر کے مارے الٹے پاؤں پھرے۔ نزع کی تکلیف تو اسی دنیا کی تکلیف ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایات حضورؐ کے بارے میں، "انسانیت موت کے دروازے پر" میں جو پڑھا ہے، دل سوچ کر ڈرتا ہی ہے۔

دوم: اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ باقاعدگی سے، الشوق الی لقائك کی دعا کرنے اور النظر الی وجهك الكريم کی لذت طلب کرنے کے باوجود، اس کی کیفیت سے آشنائی نہیں ہوئی۔ موت کا سوچ کر ہی، جو لقاء اللہ کا دروازہ ہے، خوف شوق پر غالب آجاتا ہے، اور اس کے کریم چہرے پر نظر کی لذت کی آرزو بھی اس پر حاوی نہیں ہونے پاتی۔ یا شاید یہ پتا ہی نہیں کہ طبعی

خوف کے ساتھ عقلی شوق و لذت کی کیفیت کس طرح جمع ہو سکتی ہے۔ کچھ سہارا ملتا ہے تو حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضورؐ نے فرمایا: جو اللہ سے ملاقات سے محبت کرتا ہے تو وہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فوراً موت کے لیے اپنی طبعی کراہیت کا سوال کھڑا کر دیا: ہم میں سے ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میرا مطلب یہ نہیں، بلکہ جب مومن کو اللہ کی نعمت، رضا اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو اللہ سے ملاقات اس کو محبوب ہو جاتی ہے (او کما قال)۔ لیکن میں جب اپنے اعمال کو دیکھتا ہوں تو بشارت کی امید کم ہی ہوتی ہے، محبت اور شوق پر خوف ہی غالب آ جاتا ہے۔ پھر بھی حضرت موسیٰؑ کی طرح یہی دل کی صدا ہوتی ہے: رب انی لما انزلت الیّ من خیر فقیر (القصص: ۲۴)۔ (پروردگار، جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے میں اس کا محتاج ہوں)۔ شاید شوق میں مانع موت کا ڈر اتنا نہیں، جتنا اپنے اعمال بد کا ڈر ہے۔

سوم: دنیا کی حد تک آج تو کم و بیش کیفیت یہ محسوس ہوتی ہے کہ کسی بھی چیز کے چھوٹ جانے کا غم اس طرح نہ لگے گا کہ ستائے گا، واللہ اعلم بالصّواب۔ دنیا میں بھی اب کسی مادی نقصان کا کوئی روگ جان کو نہیں لگتا کوئی ایسی آرزو اور خواہش نہیں کہ جس کے پورا نہ ہونے پر حسرت اور افسوس ہو۔ بلکہ اب تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی رقم ہاتھ آ جائے تو اپنا کون سا

شوق ہے جو پورا کروں گا، سوائے اس کے کہ دوسروں کے شوق پر خرچ کر دوں، یا اللہ کی راہ میں دے دوں۔ یا کسی کے لیے کچھ اپنے بعد انتظام کر دوں۔

ہاں، اگر کچھ تعلق لگتا ہے تو ایک، ان چیزوں سے جو بولی یا لکھی ہوئی موجود ہیں، مگر طباعت کے قابل نہ بنا سکا۔ یا وہ جو دل و دماغ میں ہیں، نہ لکھ سکا، نہ بول سکا۔ یا دوسرے، ان کا خیال ہے جن کی ساری خوشیوں کا انحصار ہی میرے اوپر ہے کہ ان کی گزر کیسے ہوگی۔ یا ان کا جن کا بظاہر میرے بعد کوئی بندوبست نظر نہیں آتا۔ دونوں صورتوں میں اطمینان، اللہ پر بھروسے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ معلوم کتنے لوگ، مجھ سے کہیں بہتر، ناتمام خیالات اور مسودات چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔ جب اللہ ہی کو منظور نہیں تو مجھے کیا فکر کرنا۔ اب تک جو چھپ گیا اس نے کیا تیر مار لیا اور جو بہترین کتابیں موجود ہیں دوسروں کی، ان سے ہی کیا حاصل ہو رہا ہے۔ اور کیا پتا، جس طرح ۱۹۸۱ کے بعد بہت مدت گزر گئی، اللہ تعالیٰ نے آج کے بعد بھی مہلت رکھی ہو، اور یہ بیماری اس فرصت کے لیے بہانہ بن جائے، جو بہت سے کاموں کی تکمیل کے لیے درکار ہے۔ جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے، اب بھی خبر گیری کرنے والا وہی ہے، اور وہ حَیّ لَا یَمُوْتُ ہے۔ وہی کافی ہوگا وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیلًا۔

تم سب کے بارے میں میری جو آرزوئیں اور تمنائیں رہی ہیں، وہ عموماً دعا کے قالب میں ڈھل کر بیان ہوتی رہی ہیں۔ تعلیم و تربیت کا کام تو میں بہت کم ہی کر سکا ہوں۔ اس لحاظ سے اپنی کوتاہیوں کے لیے قیامت کے دن

میرا دامن گیر نہ ہوگا۔ ساتھ ہی اللہ کے اس عظیم الشان احسان کا شکر میرے بس سے باہر ہے کہ اس نے تم سب کو میری آرزوؤں اور میرے اعمال سے کہیں بڑھ کر نیک اور صالح بنایا، اور اپنے دین کے لیے کام کرنے والا بنایا ہے۔ لوگ اس کا کریڈٹ مجھے دیتے ہیں، لیکن میں جانتا ہوں کہ اس میں کسی کی کوشش کو دخل ہے تو تمہاری اپنی کوششوں کو، اور تم بچوں کی حد تک تمہاری امی کو۔ لیکن یہ دین تو خالص اللہ کی ہے، تم پر بھی اس کی نعمت اور میرے اوپر بھی۔

یہ آرزوئیں اور تمنائیں، کچھ کھلی اور کچھ چھپی ہمیشہ ہی رہی ہوں گی اور رہی ہیں، لیکن جب میں ۱۹۷۱ میں ڈھاکہ میں تم سب سے اس طرح جدا ہوا کہ دوبارہ ملنے کی امید کم ہی تھی، جس طرح موت جدا کرتی ہے۔ ۱۶ دسمبر ۱۷ء کو اس حال میں گھر سے نکلا کہ ہر طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ کیفیت یہ تھی کہ جانور کے پاس بھی اپنا مسکن ہوتا ہے، چند دن تو مجھے نظر نہ آتا تھا کہ کہاں پناہ لوں گا۔ کسی مخلوق سے درخواست پناہ بھی نہ کرنا چاہتا تھا، نہ بحمد للہ کی۔ پھر اللہ نے پناہ بھی دی، عزت کے ساتھ دی، حفاظت بھی فرمائی اور (بھارت میں جنگی قیدیوں کے) کیمپ میں میری موجودگی پر پردہ ڈالے رکھا۔ وہاں بھی ایک دن سروں پر سے گولیاں گزرتی رہیں، ہم اوندھے زمین پر لیٹے رہے، اور اس نے محفوظ رکھا، اور پھر بخیر و سلامتی تم سب سے لا ملایا، اور پھر باقی ماندہ زندگی، فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

(الانفال:۲۶)۔(اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمہیں اچھا رزق پہنچایا) کی تصویر بن گئی۔

کیمپ کی زندگی میں، تین سو آدمیوں کے پنجرے میں، انجمن کے باوجود خلوت کا مزا تھا، کہ زندگی کی کوئی دوسری مشغولیت اور فکر نہ تھی، اور تم سب کی فکر میں نے اللہ پر چھوڑ دی تھی، جیسے آج چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن، کسی سوزش اور حسرت کے بغیر، سب سے بڑھ کر تعلق اور اصل میں دیکھا جائے تم ہی سے تھا۔ اس مدت میں جب اللہ نے تقریباً ہر شب ہی دعائے سحر گاہی کی نعمت بخشی، تو تمہارے بارے میں تمام آرزوئیں دعا کے قالب میں ڈھل گئیں۔ اس کے بعد سے آج تک، جب بھی اور جتنی بھی اس دعا کی توفیق دی گئی، اس میں تمہارا حصہ رہا۔ عملاً کچھ نہ کر سکا مگر اس سے مانگتا تو رہا۔ اب آج جو کچھ مانگتا رہا، اسی کی وصیت اور تاکید تم کو کر رہا ہوں۔ جو کچھ میں تمہیں بنتا دیکھنا چاہتا رہا ہوں، وہی تم بننے کی کوشش میں لگے رہو، یہی میری آخری تمنا ہے اور وصیت ہے۔

میرا دل اس پر شاہد ہے کہ میں نے جو کچھ مانگا تھا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہ بہت کچھ دیا۔ اسی لیے مجھے پوری امید ہے کہ آئندہ بھی وہ میری دعا اور تمہاری کوشش سے بہت کچھ عطا کرے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا کو میں پہلے اس لیے رکھتا ہوں کہ دنیا ہی دین اور آخرت کی کلید ہے۔ ربنا اتنا کی دعا میں اللہ تعالیٰ نے بھی اسے مقدم رکھا ہے۔

خصوصی توصیات

①

غنائے نفس

دنیا کی حد تک میں نے سب سے پہلے جو چیز مانگی ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تمہیں غنائے قلب کی دولت عطا کرے، دل کو دنیا سے بے نیاز رکھے۔ دیکھو، دین و دنیا کی اصل دولت یہی غنائے نفس ہے۔ ساری بھلائیوں کا سرچشمہ یہی ہے۔ ساری برائیوں کی جڑ یہی حب دنیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں میرا احساس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو کسی نہ کسی درجے میں عطا کی ہے۔ گویا میری دعا قبول فرمائی ہے۔ اس سے امید بندھتی ہے اور دوسری دعائیں بھی قبول ہوئی ہوں گی، وہ بھی جو میرے اپنے بارے میں ہیں۔

جتنی یہ دولت تمہیں مل گئی ہے اس کی قدر کرنا، اس کی حفاظت کرنا، اس کو بڑھانے کی کوشش کرنا۔ جہاں کمی ہو، خلا ہو، اسے بھرنا۔ زہد ترک دنیا نہیں، ترک محبوبیت دنیا ہے۔ دنیا کی حلال و طیب نعمتوں سے لطف اٹھاؤ، لیکن کسی کے اسیر نہ بنو، کسی کے ساتھ دل نہ لگاؤ۔ اچھا کھاؤ، اچھا پہنو، اچھی طرح رہو، دولت بھی رکھو، کماؤ بھی، مگر کسی کے ساتھ دل نہ اٹکاؤ ان کا ہونا نہ ہونا یکساں ہو جائے، اسی کوشش میں رہو۔ اللہ تعالیٰ فراخی عطا کرے تو بلا تامل اس کی عطا سمجھ کر سینے سے لگاؤ۔ تنگی میں ڈالے تو بھی اس کی عطا سمجھ کر شکر ادا

کرو۔ لذیذ کھانا سامنے ہو، سوکھی روٹی ہو، یا فاقہ کی نوبت، ہر ایک کو اس کا عطیہ سمجھو، ہر ایک حالت میں لطف اور مزہ لو۔ جب دل دنیا سے بے نیاز ہو گا، تو دنیا کی خاطر اس اللہ کی نافرمانی کیوں کروگے جس کے تم ہمہ تن و ہمہ دل و ہمہ دم محتاج ہو۔ پھر اس دنیا کے چھن جانے پر، یا نہ ملنے پر رنج و غم کا کیا سوال! بس دنیا کی خاطر اللہ کی ناراضی مول نہ لینا، نہ کبھی دنیا کی خاطر جان کو غم کا روگ لگانا۔

۲

کسی مخلوق سے دست سوال دراز نہ کرنا

دنیا کی حد تک دوسری چیز میں نے یہ مانگی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کسی مخلوق کا محتاج نہ بنائے، صرف اپنا محتاج بنائے، کسی انسان کا دست نگر نہ بنائے، صرف اپنا دست نگر بنائے، کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے، صرف اپنا سائل بنائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اصحابؓ سے خاص بیعت لی تھی کہ کسی سے سوال نہ کرنا۔ سواری پر سے ان کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ خود اتر کر اٹھا لیتے، کسی سے درخواست نہ کرتے۔ میں اس پر عمل تو کما حقہ، کبھی نہ کر سکا، لیکن یہی میرا آئیڈیل رہا ہے۔ تمہارے لیے بھی یہی آئیڈیل ہونا چاہیے۔ حتی الامکان تم اس پر عمل کی کوشش کرو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ساری امیدیں صرف اللہ پر رکھو، لوگوں کے پاس جو کچھ ہے، ان کے ہاتھوں

میں جو کچھ ہے، اس سے ساری امیدیں قطع کر لو۔ و اجْمَعِ الْيَأسَ مِمَّا فِي أيدِي النَّاسِ . اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِيْ قَلْبِيْ رَجَائَكَ واقْطَعْ عَنِّيْ رَجَاءَ لِمَنْ سِوَاكَ. (اور انسانوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے، اس سے پوری طرح مایوس ہو جاؤ۔ اے اللہ، میرے دل میں صرف اپنے سے امید ڈال دے، اور اپنے علاوہ کسی دوسرے سے امید ختم کر دے) انسانی تعلقات کی بیش تر خرابیاں، اور زندگی کی بیش تر ناخوشیاں شکستہ توقعات (broken expectations) کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس طرح تعلقات بھی فساد سے پاک ہو جائیں گے، ناخوشیوں سے بھی نجات ملے گی۔

(۳)

حلال اور پاک رزق کی دعاء

تیسری چیز میں نے یہ مانگی ہے کہ وہ دنیا میں تمہیں حلال و طیب رزق خوب وسعت سے دے، کم سے کم اتنا ضرور دے کہ تم فارغ البالی کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کر سکو، قناعت کے ساتھ خوش رہو اور دنیا سے حظ بھی اٹھا سکو۔

اتنی دنیا، دین کی حفاظت کے لیے ضروری ہے۔ دنیا سے اتنا حصہ لینے سے غفلت اور لاپرواہی نہ برتنا۔ یہ عبادت میں داخل ہے، اور دوسری عبادتوں کے حسن کے لیے ضروری۔ اس لیے اس حد تک دنیا کمانے کو عبادت سمجھ کر

ہی کام کرنا۔ لیکن یہ بھی یقین رکھنا کہ جتنا ملنا ہے، وہ ضرور ملے گا۔ حرام راستوں پر جانے سے کچھ زیادہ نہ مل جائے گا۔ وَاَجۡمِلُوۡا فِی الطَّلَبِ کو بھی سامنے رکھنا۔

(۴)

امانت داری

دنیا کے اور تلاش معاش کے، ادائگی حقوق کے، سارے کام بھی ایک امانت ہیں، انہیں پوری امانت داری کے ساتھ کرو۔ دیانت کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ پوری ذمہ داری سے اپنے کام پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔ ہر کام کو بہتر سے بہتر طریقے سے کرو، خوب سے خوب تر کے جویا رہو۔ دنیا کے ہر کام میں بھی کامیابی کو ہدف بناؤ، اور کامیابی کے بھی اعلی سے اعلی درجے کو۔ دین داری اس بات کا نام نہیں کہ آدمی دنیا سے لاپروائی برتے۔ ہر کام عبادت ہوگا، اگر اسے صرف اللہ کے لیے کروگے اور معصیت سے پاک رکھوگے۔

(۵)

اللہ کی رضاجوئی

اصل آرزو تو یہ ہے، صرف یہی ہے، اور سب کچھ بھی اسی آرزو کی

خاطر ہے، کہ اللہ کے بندے بن کر زندگی بسر کرو، مخلص اور حنیف بندے۔ بندگی یہ ہے کہ ایک طرف جو اس کی مرضیات اور اوامر و نواہی ہیں، ان کو بھی برضا و رغبت بجا لاؤ، بلکہ رضا جوئی اور محبت میں دوڑ دوڑ کر وہ کام بھی کرو، جن کو اس نے فرض نہیں کیا، مگر جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ محبت تو محبوب کے آنکھ کے اشارے کی منتظر رہتی ہے، کچھ کہے بغیر بھی اس کی مرضی پا جاتی ہے، اس کے چہرے پر نگاہ رکھتی ہے۔ اسی کیفیت کا اظہار نماز کے بعد تین دفعہ اس اظہار و اقرار سے ہوتا ہے: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

جس نے یہ کیفیت حاصل کر لی، اس نے ایمان کا ذائقہ پا لیا، ذَاقَ طُعْمَ الْاِيْمَانِ....

دوسری طرف جو اس کے تکوینی فیصلے ہوں، ان پر بھی راضی رہو۔ یعنی وہ جس طرح کہے، اس طرح خوشی خوشی کرو۔ اور جس طرح رکھے اس طرح خوشی خوشی رہو: رضا بما قسمت لی کی اس کیفیت کا اظہار و اقرار بھی نماز کے بعد کے کلمات سے کرو۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ۔

(۶)

اللہ کے مخلص بندے بنو

اللہ کے مخلص بندے بنو۔ ایک طرف تو دنیا کا کوئی بھی کام ایسا نہ ہو جو بندگی کا کام نہ ہو۔ یہاں تک کہ کھانا، پینا، سونا، ہنسنا، بولنا بھی۔ حضورؐ یہ سارے کام کرتے تھے، آپؐ عبد کامل تھے، آپؐ کا کوئی کام ایسا نہ تھا جو بندگی کا کام نہ ہو۔ لیکن دوسری طرف جو زیادہ ضروری ہے وہ یہ کہ ہر کام صرف اللہ کے لیے کرو، صرف مرضات اللہ کے لیے اور لوجہ اللہ کرو: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرہ:۲۰۷)۔ (دوسری طرف انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے) اور اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى (اللیل:۲۰)۔ (وہ تو صرف اپنے رب برتر کی رضا جوئی کے لیے کام کرتا ہے) کے زمرے میں شامل ہو۔ اس کے بغیر بڑے سے بڑا دینی کام ـ ـ ـ نماز، قرآن، شہادت، انفاق ـ ـ ـ بھی دنیاوی کام ہے۔ اس کے ساتھ، چھوٹے سے چھوٹا دینی کام، اور دنیا کا ہر کام، میزان میں وزنی ہے۔ یہ اخلاص حاصل کر لوگے تو کم عمل بھی کفایت کرے گا، دل و زندگی میں اللہ کا رنگ پیدا کرے گا۔ دل میں، زندگی میں، باہمی تعلقات میں، دنیا میں سارے فساد اور بگاڑ کی جڑ اخلاص کا فقدان ہے، خاص طور پر دینی کاموں میں۔

اپنی نیت کو اللہ کے لیے خالص کرنا، اور خالص رکھنے کی کوشش میں

لگے رہنا۔۔۔ یہ مختصر اور آسان نسخہ ہے، خلاصہ ہے، سارے دین کا، اور ساری زندگی کو دین کے مطابق بنانے کا۔ اللہ کو ہر وقت یاد کرنے اور یاد رکھنے کا بھی سب سے موثر نسخہ یہی ہے۔ یہی دائمی اور ہمہ وقتی ذکر ہے۔

(۷)

امید و بیم

ہر کام اللہ کے لیے کرنا آسان ہوگا، جب تم ہر وقت یہ یاد رکھو گے کہ یہ کام اللہ کے سامنے پیش ہوگا، اور اسی صورت میں قبول ہوگا کہ صرف اسی کی رضاجوئی کے لیے ہو۔ اس کے ساتھ اپنی نگاہ جنت اور جہنم پر بھی رکھو، جس اجر و ثواب یا عذاب و عتاب کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی طلب یا اس سے بچنے پر نگاہ رکھو۔ جنت کا لالچ اور نار جہنم کا خوف، یہ دو چیزیں بندگی کی راہ پر تمہارے دو مضبوط بازو ثابت ہوں گے: يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (السجدہ:۱۶)۔ (اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں)۔ اسی لیے حضورؐ بشیر و نذیر بنا کر بھیجے گئے تھے کہ لالچ اور خوف سے طبیعتوں کو بندگی کے لیے تیار کر دیں۔

(۸)

ذکرِ الٰہی

اللہ کی یاد کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ ہر طرح اس کا اہتمام کرو۔ ہر وقت کرو صبح و شام، رات دن کرو۔ ہر حالت میں کرو کھڑے، بیٹھے، لیٹے

کرو۔ اللہ کی یاد سے ہی دل کی طمانیت کا سامان کرو ، اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ۔

۹

قدرت خداوندی کا تصور

یاد رکھو کہ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تم دو ہو ، تو تیسرا وہ ہے ، جو سب کچھ دیکھ رہا ہے ، سن رہا ہے۔ دل کی گہرائیوں میں جو کچھ ہے وہ بھی جانتا ہے۔ کل کیا ہوگا یہ بھی اس کے علم میں ہے ، ان اللہ بکل شیٔ علیم۔

۱۰

قدرت اور ملکیت

یاد رکھو کہ اس کائنات میں صرف اُس کا حکم چلتا ہے ، اور کسی کا نہیں۔ ہر چیز اسی کی ملکیت ہے ، اس کی تابع ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ، کوئی چیز ، کوئی کام اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ ان اللہ علی کل شیٔ قدیر .... لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .... اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ (یٰسین: ۸۲)۔ (وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے)

۱۱

حمد و شکر

یاد رکھو کہ ہر نعمت اسی سے ملی ہے۔ حمد اور شکر اسی کے لیے ہے۔ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ............ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اگر تم نے حمد و شکر کے معنی جان لیے، ہر نعمت کو اس کی دین اور عطا جان لیا، اور ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرنا سیکھ گئے، تو سمجھ لو تم نے ایمان کی حقیقت پالی۔ یہ حمد و شکر میزان کو بھر دیں گے۔ دنیا کی ذرہ برابر نعمت ملے، ایک لقمہ یا ایک گھونٹ۔ ذرا سے، ضرر اور نقصان سے بچ جاؤ، ذرہ برابر نیکی کی توفیق ملے، الحمد اللہ کہنے ہی کی توفیق ملے۔۔۔ تو ان میں سے ہر چیز پر شکر واجب ہے، ہر چیز پر شکر کرو۔ تمہاری صبح حمد کے ترانہ سے شروع ہو، دن بھر یہی نغمہ زندگی کے تاروں سے نکلتا رہے، رات بھی حمد پر ختم ہو۔ تم اندازہ نہیں کر سکتے زندگی کتنے اطمینان و سکون اور کتنی خوشی و مسرت سے بھر جائے گی، اور اللہ کی نظروں میں یہ زندگی کتنی محبوب ٹھہرے گی، اِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ (الزمر: ۷)۔ (اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمہارے لیے پسند کرتا ہے)۔ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (النساء: ۱۴۷)۔ (آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ سزا دے۔ اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو۔) شکر و حمد کرو یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے۔ وہ راضی ہو جائے، تو یہ ایسی لازوال نعمت ہے کہ جتنا شکر کرو، کم ہے۔ لَكَ الْحَمْدُ حَتّٰى تَرْضٰى، وَلَكَ

اَلْحَمْدُ اِذَا رَضِیتَ۔

(۱۲)

موت شدنی ہے

اور یاد رکھو کہ اس سے ملاقات ہونی ہے۔ کسی وقت بھی بلاوا آ سکتا ہے۔ بس ساری زندگی اسی ملاقات کے لیے تیاری کا نام ہے: وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ......... وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ .... وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ .... وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ، جتنا اس ملاقات کے دن کو یاد رکھو گے، اتنا اس ملاقات کی تیاری کے لیے قوت پیدا ہوگی، جتنا اس کی تیاری کرو گے، اتنی ہمیشہ کی ابدی کامیابی تمہارا مقدر بنے گی۔

(۱۳)

اللہ کی یاد کے مختلف طریقے

اللہ کو یاد کرنے کے غیر معین طریقے ان گنت ہیں۔ دل میں اللہ اللہ کرنا، اس کی صفات کا تصور کرنا، یہ یاد کرنا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ جس جس طرح اور جتنا ممکن ہو، دھیان اس کی طرف رکھنا، اور اسے دھیان میں رکھنا۔

(۱۴)

اذکار الٰہی

اللہ کی یاد کے لیے وہ معین کلمات، اذکار، دعائیں جن کی تعلیم نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، جتنا زیادہ یاد کر سکو۔۔۔ عربی میں نہ ہو تو اردو کے معانی ہی۔۔۔ اتنا یاد رکھنا اور ان کے پڑھنے کا اہتمام کرنا۔ خاص طور پر دعا مانگنے کا ذوق، شوق اور سلیقہ جتنا سیکھ سکو۔ خصوصاً آخر شب میں۔ جب اور جتنی اللہ تعالی توفیق دے۔ چند لمحات کے لیے بھی ہو، تو اس کے سامنے رونا اور گڑگڑانا، ہاتھ پھیلا دینا، آہ و زاری کرنا۔ ان اذکار کا ایک معین نصاب بھی بنا لینا۔ میرا نصاب تو تمہیں معلوم ہی ہے۔ "قرب الٰہی" میں دیا ہوا ہے۔[۱]

(۱۵)

قرآن سے شغف

قرآن تو ہے ہی ذکر، اور نور، اور رحمت، اور ہدایت، اور شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ۔ جتنا شوق اور شغف قرآن سے پیدا کر سکتے ہو، ضرور کرو۔ جتنا وقت قرآن کی صحبت میں گزار سکو، ضرور گزارنا۔ مصحف نہ کھول سکو، تو اس کا کچھ حصہ دل کے مصحف سے پڑھنے کو معمول بنانا۔ اس میں قرآن بھی ہے، حمد و تسبیح و تکبیر بھی، تہلیل و تفویض بھی، دعا بھی، اسمائے حسنٰی کا ورد بھی، ملاقات کی یاد بھی، ذکر قلبی و لسانی بھی، ذکر بالجوارح بھی۔

۱؎ قرب الٰہی کے آسان عملی طریقے، منشورات، لاہور

(۱۶)

نماز

تمام اذکار کا نصاب نماز ہے۔ نماز سے ہر گز غفلت نہ کرنا۔ اور ہر نماز، اپنی حد تک، خشوع اور ذکر الٰہی سے لبریز ادا کرنے کی کوشش کرنا۔ نماز کا مقصد ہی یہ ہے، اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ خشوع کی کوشش کرنا کچھ مشکل نہیں۔ کسی چیز پر توجہ رکھو۔ اپنے اوپر کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے۔ اللہ پر، اس کی صفات پر، خانہ کعبہ پر، زبان سے نکلنے والے الفاظ پر، اس پر کہ یہ میری آخری نماز ہے۔

(۱۷)

نماز باجماعت

جماعت کے التزام کا بھی پورا اہتمام کرنا۔ نماز باجماعت، بغیر جماعت کی نماز سے ۲۷ درجے افضل ہے۔ اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھنے والا ایسا ہے جیسے اس نے آدھی رات قیام کیا، اور فجر کی پڑھنے والا ایسا ہے جیسے اس نے آدھی رات قیام کیا۔ بہت سے شارحین کے نزدیک قَلِیْلاً مِّنَ الَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو عشا کی نماز جماعت سے پڑھ کر سوئیں۔ اللہ نے تو ہم جیسے خطاکاروں کے لیے قیام لیل کے ثواب کا راستہ اتنا آسان کر دیا ہے! پھر کتنی بدنصیبی ہوگی اگر تم اس کے بعد بھی اس ثواب سے محروم رہو۔

(۱۸)

صبر و صلوٰۃ سے استعانت

صبر اور صلوٰۃ کے ذریعے اللہ سے مدد مانگتے رہو۔ اس نے چاہا تو ہر کام آسان ہو جائے گا، ہر کام میں کامیاب و بامراد رہو گے۔ صبر کے بارے میں وصیت پہلے کر چکا ہوں۔ اس کے حصول کا نسخہ بھی اللہ کی یاد اور نماز ہے۔ جہاں بھی اللہ تعالٰی نے صبر کی تاکید ہے، معاً ہی، ذکر، تسبیح، حمد اور نماز کی تاکید بھی کی ہے۔ ان دونوں کو جمع کر کے رکھو گے، دل' طبیعت، کام، زندگی سب سے جمعیت خاطر نصیب ہو گی۔

(۱۹)

انفاق

اللہ کی بندگی، اللہ کے بندوں کے ساتھ تعلقات میں، یہ اللہ کو سب سے بڑھ کر محبوب و مطلوب ہے۔ ان تعلقات میں، اپنے اخلاق و معاملات میں اللہ کی مرضی کے مطابق رہنا اور کرنا۔۔۔ سب سے بڑھ کر اس پر نگاہ رکھنا، اور اس کے حصول کی کوشش ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جو کچھ اللہ نے دیا ہے، وہ اس کی خاطر، اس کی محبت کی خاطر، اس کے بندوں پر خرچ کرو۔ مال بھی اور وقت بھی، توجہ بھی اور جذبات و احساسات بھی، تن دلی بھی اور غصہ بھی، اپنی آن بان کو بھی اور اپنی انا کو بھی، وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ دیکھو اس

کا نماز سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ جہاں اس نے اقامتِ صلوٰۃ کی وصیت کی ہے وہاں انفاق اور ایتائے زکوٰۃ کی بھی کی ہے، جہاں قیامِ لیل اور آہ سحر گاہی کی تاکید کی ہے وہاں مال و رزق لٹانے کی بھی، جہاں عفو و درگزر کی مدح کی ہے وہاں تنگی و فراخی میں دینے کی بھی ۔ ایمان کے ساتھ اعطا اور اطعام مساکین کو جوڑ دیا ہے: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی . (اللیل: ۵۔۶۔) تو جس نے (راہ خدا میں) مال دیا اور (خدا کی نافرمانی سے) پرہیز کیا، اور بھلائی کو سچ مانا)۔ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ (آل عمران: ۱۷)۔ (اور فیاض ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں) یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران: ۱۳۴)۔ جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بد حال ہوں یا خوش حال، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں)۔ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (السجدہ:۱۶)۔ (ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ . وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ وَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات: ۱۷۔۱۸۔) (راتوں کو کم ہی سوتے تھے۔ پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے)۔

بس ان آیات کو اپنے دل پر نقش کر لینا، نگاہوں کے سامنے رکھنا، اور انہی کے مطابق اپنا عمل، اپنا لین دین، اپنا برتاؤ اور اپنا کردار بنانا۔ یہ تمہارے لیے کفایت کریں گی۔ لیکن اس تعلیم کے بعض اہم مضمرات اپنے سامنے خاص طور پر رکھنا۔

(۲۰)

ایذا نہ پہنچانا

کسی مخلوق کو، خاص طور پر کسی انسان کو، اس سے زیادہ کسی مسلمان کو، اپنے کسی قول یا عمل سے ایذا نہ پہنچانا۔ جس طرح اللہ کے لیے ہر کام کرنا، سارے دین کا خلاصہ ہے، اسی طرح ایذا نہ پہنچانا۔ سارے احکام الٰہی کا ماحصل ہے۔ تم جس حکم شرعی پر غور کرو، اس میں یہ اصول کسی نہ کسی صورت میں پایا جاتا ہے۔ حدود ہوں، نکاح و طلاق کے احکام ہوں، لین دین کے ہوں، معاشرت کے ہوں۔ اتنی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک میں یہی ہدایت دی گئی ہے کہ کسی مسلمان کی کوئی چیز مذاق میں بھی نہ چھپاؤ، اس کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ بھی نہ کرو، وہ اٹھ کر جائے تو اس کی جگہ نہ بیٹھو، اس کے سر کو پھلانگتے ہوئے آگے نہ جاؤ، گھر میں نہ جھانکو، تجسس نہ کرو، اس کا خط بغیر اجازت نہ پڑھو، نہ شائع کرو۔ رات کو اٹھو تو اس طرح کہ کسی کی نیند میں خلل نہ پڑے۔۔۔ غرض میں کہاں تک گنواؤں۔ بس اس کو ایک ترازو اور چراغ بنالو کہ

کسی کو اپنے کسی قول یا عمل سے ایذا نہیں پہنچانا۔ دوسروں کے ساتھ جو معاملہ پیش آئے، اسی کی روشنی میں اپنا عمل رکھو، اسی کی میزان میں تولو۔ خصوصاً جو بات تم کہتے ہو، جو لفظ تم بولتے ہو، ان میں تو بہت بے احتیاطی ہوتی ہے۔ ایسی ہر بات کہنے سے بھی اجتناب کرو اور ایسے عمل سے بھی۔۔ الا یہ کہ شریعت کے ہی کسی اہم اصول پر عمل کرتے ہوئے کسی کو ایذا پہنچ جائے اور اس سے مفر کی کوئی صورت نہ ہو۔ پھر بھی استغفار ضرور کرنا۔

(۲۱)

الخلق عیال اللہ

اس کا دائرہ مسلمان تک محدود نہیں، مسلمان بھائی کے لیے صرف خصوصی تاکید ہے۔ الخلق عیال اللہ ساری مخلوق اللہ کا خاندان ہے اور جو ان کے حق میں جتنا اچھا ہو، اتنا ہی اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ یہاں تک کہ اس مخلوق میں جانور بھی شامل ہیں۔ اونٹ کو بھوکا رکھنا، اس پر برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنا، اس کو آرام نہ دینا، ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح کرنا، کند چھری سے کرنا، چڑیا سے اس کے بچے چھین لینا، چیونٹیوں کو آگ میں جلانا۔۔ ان سب چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ جب جانوروں کا یہ معاملہ ہے تو گناہ گار مسلمان ہوں یا غیر مسلم، ان کے کیا حقوق ہیں، تم خود سوچ سکتے ہو۔

(۲۲)

ایذا رسانی سے احتراز

ایذا سے کسی کی جان' مال یا عزت کو نقصان پہنچتا ہو تو پھر یہ بالکل حرام ہے۔ اسی طرح حرام ہے جس طرح سور' شراب یا سود حرام ہے۔ روزہ میں کھانے پینے سے رک جانے کا حکم ہے' تو معاملہ کو باطل طریقے سے کھانا ہر حالت میں حرام کیا گیا ہے۔ کھانے پینے کی چار چیزوں کی حرمت بیان ہوئی ہے تو معاً احکام الٰہی کے کتمان (اور خلاف ورزی کتمان کی زیادہ بری شکل ہے) کو پیٹ میں آگ بھرنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ حرام اشیائے طعام کے کھانے کے لیے تو اضطرار کی گنجائش ہے کتمان میں کوئی اضطرار نہیں۔ ناجائز مال کھانے میں' غیبت میں' تہمت میں' سب وشتم میں' اضطرار کے عذر کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کی سزا صرف آگ ہی نہیں' بلکہ اس سے شدید یہ ہے کہ اللہ ان سے نہ بات کرے گا' نہ ان کا تزکیہ کرے گا۔

یہ حقوق کا معاملہ ہے۔ اس سے معافی نہیں' الا یہ کہ جس کی حق تلفی ہوئی' وہی معاف کرے یا اللہ اس سے معافی دلوانے کی سبیل پیدا کرے۔ بس اپنے آپ کو بچاؤ' اپنے آپ کو بچاؤ اور کچھ ہو جائے تو یہیں معاف کرا لو۔ ورنہ قیامت کے دن مفلس اور کنگال رہ جاؤ گے۔

۲۳

زبان کی حفاظت

سب سے بڑھ کر اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ بس زبان کے ذریعے سر کے بل جہنم میں گرنے سے بچنے کی تو میں نے ایک ہی راہ پائی ہے۔ وہ یہ کہ دوسروں کے بارے میں اپنی زبان بند رکھو' الا یہ کہ کوئی بھلی بات کہہ رہے ہو۔ ان کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو' سامنے کوئی الزام نہ رکھو جو ثابت نہ کر سکو' برا بھلا نہ کہو۔ کہیں برائی ہو رہی ہو' اور فوراً اٹھنے یا روکنے پر قادر نہ ہو' تو فوراً استغفار شروع کردو۔ اپنے جواز کے لیے کوئی تاویل نہ کرو۔ دوسروں میں میاں بیوی بھی شامل ہیں' والدین اور اولاد بھی' ساس سسر اور بہو داماد بھی' بھائی بہن بھی' نوکر ملازم بھی' پڑوسی بھی' گھر کے پڑوسی بھی اور چند لمحات کے لیے صاحب بالجنب پڑوسی بھی' سفر میں ہمراہ مسافر بھی۔ اس سے رشتہ ہونے کی وجہ سے 'گناہ کا جواز نہیں پیدا ہوتا' وہ اور سخت ہو جاتا ہے۔ بس ہر انسان کے بارے میں اپنی زبان بند رکھو' الا یہ کہ بھلی بات کہو۔ میری سمجھ میں اس کے علاوہ نجات کی کوئی صورت نہیں۔

۲۴

حق کی ادائیگی

حق تلفی سے آگے بڑھ کر حقوق کی ادائیگی کی فکر کرو۔ ایذا سے

بچانے سے بڑھ کر' جو حسن سلوک کر سکو' جو خدمت کر سکو' جو حاجت روائی کر سکو' وہ کرو۔ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا جو اجر ہے' تمہیں اس کا اندازہ نہیں۔ کسی کو سواری (کار' بس' ہوائی جہاز) پر سوار ہونے میں مدد دینا' راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا' کسی کے ڈول میں پانی ڈال دینا' کسی کو استعمال کی چیز عاریتاً دے دینا' کسی کو دیکھ کر مسکرا دینا' اس کو اکرام سے بٹھا دینا' مسلمان کی حاجت روائی کے لیے نکلنا' مسجد نبویؐ میں اعتکاف سے زیادہ افضل ہے۔ جب تک تم اللہ کے کسی بندے کی حاجت روائی یا اس کی مدد کرنے میں لگے رہو گے' اللہ تمہاری حاجت روائی اور امداد میں لگا رہے گا۔ تم دنیا میں کسی کی تکلیف دور کرو گے' اللہ قیامت کے دن تمہاری تکلیف دور کرے گا۔ تم کسی کی ستر پوشی کرو گے' اللہ قیامت کے دن تمہاری ستر پوشی کرے گا۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ گے' بیمار کی خبر گیری کرو گے' اس کے پاس اللہ کو پاؤ گے۔

(۲۵)

عام برائیوں سے اجتناب

جو برائیاں عام ہیں' ان سے بچنے کی میں تمہیں خاص طور پر تاکید کرتا ہوں۔ کسی کی عیب جوئی نہ کرنا' اپنے عیوب پر نگاہ رکھنا۔ تجسس حرام ہے' اس حرام میں کبھی نہ پڑنا۔ کسی کے عیوب و گناہ علم میں آجائیں تو ان پر پردہ ڈال دینا۔ پیٹھ پیچھے بیان کرنے کا کیا سوال' سامنے بیان کر کے بھی کسی کو عار نہ دلانا'

شرمندہ نہ کرنا۔ تمہیں اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا' دوسرے کا دل دکھے گا۔ کسی پر ثبوت کے بغیر کوئی الزام نہ لگانا۔ تہمت اور غیبت کو ایک ساتھ بھی جمع نہ کرنا۔

(۲۶)

امہات الخبائث

ان احکام کے مطابق کردار بنانے کے لیے تمہیں اپنے دل کو چند برائیوں سے پاک کرنا ہوگا' جو امہات الخبائث ہیں۔ پہلی چیز کبر ہے' اپنے کو 'کچھ' سمجھنا ہے' دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے۔ تواضع اختیار کرو۔ جب تک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں بری نہ کردے' قبول نہ کرلے' اس وقت تک تم اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اگر اس نے تمہیں رد کر دیا' تو تم سے زیادہ ذلیل ورسوا کون ہوگا۔ اس لیے آج دنیا کے قید خانے میں خود کو دوسرے مجرموں سے برتر خیال کرنے سے بڑی حماقت کیا ہو سکتی ہے' جب تک مالک یوم الدین کا فیصلہ صادر نہ ہو جائے۔ ہر مسلمان کو' اپنے سے بہتر سمجھو۔ دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھو' عیوب پر نہیں۔ بھلائیوں کا تذکرہ کرو' برائیوں کا نہیں۔

کشف عیوب اور تحقیر نفس اپنی بھی نہ کرو' لیکن اللہ کے سامنے ایک ذلیل ورسوا غلام کی طرح رہو' اٹھو بیٹھو' چلو پھرو اور کلام کرو۔ گدھے کی طرح آواز بلند نہ کرو۔ اکڑ فوں نہ دکھاؤ۔ اس جسم پر کیا اکڑ فوں جسے پیپ اور کیڑوں کی غذا بن جانا ہے۔

۲۷

تنگ دلی اور شح نفس

تنگ دلی' شح نفس سے اپنے دل کو پاک کرو۔ جتنی تواضع اختیار کروگے' جتنا یہ یقین کروگے کہ ہر چیز اللہ کی ملک ہے' آج دے دی تو کل اعظم اجرا کے ساتھ مل جائے گی' آج روک لی تو کل آفت جان بن جائے گی' اتنا ہی دل کو وسیع کرنا آسان ہوگا۔ جتنا دل میں اللہ کی کبریائی سمائے گی' دل فراخ سے فراخ تر ہوتا جائے گا' جتنی اس میں اپنی بڑائی' اپنی حیثیت' اپنی آن' اپنی عزت وذلت' اپنے حقوق کی عدم ادائیگی کا احساس سمائے گا' اتنا ہی تمہارا دل بھینچتا اور سکڑتا چلا جائے گا۔ آج مال دے دو' معافی دے دو' غصہ روک لو' اپنی آن کی ہٹ قربان کردو' دنیا کی محبوبیت نکال دو' اللہ تعالی تمہارا دل اتنا وسیع کر دے گا سلوک اتنا نرم اور فراخ کر دے گا' کہ کل تم اس جنت میں داخلی کے مستحق ٹھہروگے جس کی وسعت میں زمین وآسمان سما جائیں۔

(۲۸)

نرمی اور محبت

دل کی نرمی اور گداز' محبت کی گرمی اور سوز' رحمت کی ٹھنڈک اور گیرائی۔ ۔ یہ خیر کثیر ہیں۔ دل میں نرمی ہو گی تو گفتگو میں نرمی ہو گی' الفاظ میں نرمی ہو گی' لہجے میں نرمی ہو گی ' لین دین میں نرمی ہو گی۔ اِیَّاکُمْ وَالرِّفْقَ. مَنْ یُّحْرَمُ الرِّفْقَ یحرمُ الْخَیرُ کُلَّہٗ۔

محبت تو فاتح عالم ہے۔جو چیز نرمی سے حاصل ہو گی وہ سختی سے نہ ہو گی' جو کچھ محبت سے حاصل ہو گا وہ نفرت اور دشمنی سے نہیں۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ میں تکمیل ایمان ہے۔ حضورؐ رحمت اللعالمین تھے اور ہیں' مومنین کے لیے رؤف ورحیم ہیں۔ آواز میں بات کر کے' لین دین میں سختی کر کے' نتھنے پھلا کے' تمہیں کچھ نصیب نہ ہو گا۔ نرمی اور محبت اور رحمت سے دل کو اطمینان اور شیرینی' دنیا میں بالعموم سہولت اور آسانی' اور آخرت میں اللہ کی جنت یقینی ہے۔

(۲۹)

گناہ گاروں سے نفرت نہ کرنا

گناہ گاروں سے نفرت نہ کرنا' گناہوں سے کرنا۔ گناہ گاروں کو ڈانٹ

پھٹکار اور لعنت ملامت کر کے ان کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرنا' بلکہ ان کے لیے استغفار اور دعائے خیر کر کے شیطان کے خلاف ان کی مدد کرنا۔ اپنے گناہوں پر نگاہ رکھو گے' اَلَاَ تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ کا ورد کرتے رہو گے' خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کو سمجھو گے' یہ جانو گے کہ ہر آدمی کی زندگی نیکی اور گناہ سے بھری ہوئی ہے' اور ہر گروہ میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی' تو تمہیں اپنے ارد گرد گناہ گاروں سے اس طرح معاملہ کرنا آسان ہو گا' جس طرح اللہ اور اس کے رسول چاہتے ہیں۔ اپنی غلطیوں اور گناہوں پر جتنا الاؤنس اپنے کو دیتے ہو' اس سے زیادہ الاؤنس دوسروں کو دو۔ اپنے کو جتنا معافی کا مستحق سمجھتے ہو' اس سے زیادہ مستحق دوسروں کو سمجھو۔ جتنی سختی اپنے اوپر کرتے ہو' اس سے کم سختی دوسروں پر کرو۔ جتنے مطالبات اپنے سے کرتے ہو' اس سے کم اور نرم مطالبات دوسروں سے کرو۔ ان شاءاللہ اس روش میں بڑا خیر پاؤ گے۔

۳۰

اقرباء کے حقوق اور صلہ رحمی

صلہ رحمی' اقرباء کے حقوق کی ادائیگی' ان کے ساتھ حسن سلوک' میل جول' ان کو یاد رکھنا اور یاد کرلینا' ان کے لیے اپنے مال میں ایک حصہ رکھنا' یہ بہت بڑی نیکی ہے' اللہ کو بہت محبوب ہے' یہ کرنے والوں سے وہ محبت کرتا ہے۔ آغاز ہی میں' اللہ تعالی نے گم راہ ہو جانے والوں کی نشانی بیان کی ہے :

وَیَقطَعُونَ مَااَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَن یُوصَلَ (البقرہ :۲۷)۔ (اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹتے ہیں)۔ اس کے بعد ان کے ساتھ احسان' ان پر خرچ کرنا' پڑوسیوں میں قرابت دار پڑوسیوں (وَالجَارِ ذِی القُربٰی) اور بے سہارا اور یتیموں میں بھی قرابت داروں کا زیادہ مستحق ہونا (یَتِیمًا ذَا مَقرَبَۃٍ)۔ جگہ جگہ اس کی تاکید کی ہے۔ اس حد تک کہ حیرت ہوتی ہے کہ قرآن پڑھنے والا اور قرآن پر عمل کرنے کا آرزو مند اس عظیم نیکی سے کیوں کر غافل ہو جاتا ہے۔ وقت میں سے' توجہ میں سے، محبت میں سے' مال میں سے بھی ان کا حصہ نکالو۔ جب اللہ مال دے' اس میں ان کا حصہ نہ بھولو۔ صلہ رحمی کرو گے تو اللہ تمہارے رزق میں اور تمہاری عمر میں برکت اور وسعت دے گا (بخاری ومسلم)۔ قیامت کے روز بھی اللہ کی رحمت کے مستحق ہو گے۔ جب اللہ تخلیق خلق سے فارغ ہو گیا' تو رحم نے ہر قطع رحمی کرنے والے سے پناہ مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمادیا کہ جو تجھے جوڑے گا (یعنی قرابت داریوں کو) اس کو میں (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑوں گا' جو تجھے کاٹے گا' اسکو میں اپنی رحمت سے کاٹ دوں گا

(بخاری ومسلم)۔

الاقرب فالاقرب کا اصول ملحوظ رکھنا' لیکن کسی کو بھولنا نہیں۔

والدین' اپنے گھر والے' اپنے بھائی بہن' اپنے چچا ماموں' پھوپھی خالہ' اسی طرح

درجہ بدرجہ۔ پھر والدین کے دوست واحباب' ان کے مُحِب و محبوب۔ پھر مہمان اور صاحب بالجنب۔ خاص طور پر حضورؐ کے اس ارشاد کو ملحوظ رکھنا کہ اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَۃُ الرَّجُلِ اھلَ وُدِّ اَبِیْہِ۔ (سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے دوست اور محبوب و مُحِب کے ساتھ تعلق رکھنا ہے)۔

۳۱

تنقید اور اختلاف رائے کو برداشت کرنا

اختلاف کو برداشت کرنا، اختلاف رائے اور تنقید سے تعلق میں فرق نہ آنے دینا' تنقید کو حلم و تحمل اور فراخ دلی وعالی حوصلگی کے ساتھ سننا' اچھی بات کو قبول کرنا' غلط بات کو نظر انداز کر دینا۔

اپنی غلطی کی ذمہ داری قبول کرنے میں کسی بزدلی کا شکار نہ ہونا' نہ کسی غلطی کے اعتراف میں بخل برتنا' نہ کسی پر تنقید و تعریض کرنے میں فیاض بننا' نہ کسی کی تعریف کرنے میں کنجوسی برتنا۔

کوئی منہ پر برا بھلا کہے تو وہ خود کو ہی برا بھلا کہہ رہا ہے' تم کیوں غصہ کرو۔ کوئی پیٹھ پیچھے برا بھلا کہے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ تم جواب نہ دو گے تو فرشتے تمہاری طرف سے جواب دیں گے۔ تم غصہ' انتقام' ذلت وعزت کے چکر میں پھنس جاؤ گے تو اور دس گناہوں میں مبتلا ہو گے۔ خاموش رہو گے تو

فرشتوں کی نصرت کے علاوہ، برا بھلا کہنے والوں کی نیکیاں بھی تمہیں ملیں گی۔ تمہیں تو، امام ابو حنیفہؒ کی طرح، اسے ہدیا بھیجنا چاہییں، کجا کہ تم غصے اور انتقام کی آگ میں خود کو جلانا شروع کر دو۔

معترضین کا جواب دینے کے چکر میں بھی نہ پڑنا، خصوصاً برسرِ عام۔ ہر معترض کی بات پر ٹھنڈے دل سے غور کر لینا۔ وہ کوئی صحیح بات کہیں، تو اپنی اصلاح کر لینا۔ اگر غلط لکھا ہے تو درگزر کر دینا۔ درگزر کرنے سے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا، عزت میں کوئی کمی نہ آئے گی، تلخی نہ بڑھے گی، دل جیتنے کی شیرینی حصے میں آسکتی ہے۔ لوگوں کے ساتھ اعتراض اور جواب اعتراض میں الجھنے سے زیادہ فضول اور کوئی کام نہیں۔ یہ نہ کرو گے تو وقت بچے گا۔ وہی وقت خیر اور اجر کے حصول میں لگا دینا۔

خاندان میں، گھر میں، احباب میں، پڑوس میں، کاروبار میں، دینی جماعتی زندگی میں۔ ۔ ۔ ہر جگہ ان اصولوں پر عمل کرو گے تو اطمینان اور سکون کی حلاوت پاؤ گے۔ نہیں کرو گے، تو سوزش والم میں مبتلا ہو گے۔ مخالفین کی ایذا رسانیوں کو معاف کر دینے سے زیادہ لذیذ کوئی مشغلہ نہیں۔ اور جب ہر کام اللہ کے لیے کرنا شروع کر دو گے، تو تمہیں پتا چلے گا کہ یہ تو بڑا آسان کام ہے۔

(۳۲)

حقیقی نصب العین

اس دنیاوی زندگی میں ہمیشہ اپنی نظریں اللہ کے دین کی دعوت واقامت کے نصب العین پر جمائے رکھنا۔ اسی کو آخر دم تک اپنا ہدف و مقصود رکھنا۔ کسی دوسرے مقصد کو اس مقصد پر اور کسی دوسری دلچسپی کو اس دلچسپی پر غالب نہ آنے دینا، خصوصا دنیا کو۔

ایک آدمی بھی تمہاری وجہ سے ایک نیک کام کرنے لگے، اس سے بڑا صدقہ جاریہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ خود ہی نہ کرے، بلکہ اس کا داعی بھی بن جائے، دوسروں کو بھی اس کام سے لگائے تو پھر اس ثواب جاریہ میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا۔ یہ نیک کام اگر دعوت کا کام ہو، اقامت دین کی جدوجہد کا کام ہو، اعلائے کلمۃ اللہ کا کام ہو، اجرائے حدود الہی اور احیائے سنن نبویؐ کا کام ہو، تو پھر اضعافا مضاعفۃ والا حال ہوگا، اور اس کے علاوہ لدینا مزید کی بشارت بھی پوری ہوگی۔ کسی نیکی کو حقیر نہ جانو، نہ کسی برائی کو کم سمجھو۔ اعمال کے مدارج سمجھو، اور ان کے مطابق کام کرو۔ نوافل کی کوئی مقدار بھی ایک فرض کے برابر نہیں ہو سکتی۔ سارے فرائض ادا کرنا ضروری سمجھنا۔ ان میں چوٹی کا فرض جہاد فی سبیل اللہ کا فرض ہے۔ شیطان کے اس فریب میں نہ آنا کہ بڑے بڑے منافع کو چھوڑ کر کم منافع میں مشغول ہو جاؤ۔ اس

فریب میں بھی نہ آنا کہ ذرائع میں اس طرح پھنس جاؤ کہ مقصود گم ہو جائیں۔ یہ اسی لیے کر رہے ہیں کہ اصل مقصد کے لیے بہتر کام کر سکیں، اور اس کا وقت پھر کبھی نہیں آتا۔ اس فریب میں بھی نہ آنا کہ پہلے اپنی اصلاح کرلیں پھر یہ کام کریں گے، پہلے علم حاصل کرلیں، پہلے قول و فعل کی دو رنگی دور کرلیں، پھر کریں گے۔ یاد رکھو ایسا وقت کبھی نہ آئے گا۔ اس فریب میں بھی نہ آنا کہ اچھا، کل سے کریں گے، ذرا اس کام سے فارغ ہولیں، پھر کریں گے، اس کی نوبت بھی کبھی نہ آئے گی۔

مایوسی کے کینسر سے اپنے آپ کو بچانا۔ آج کل کے حالات میں یہ سب سے عام مرض ہے۔ دنیا میں آگے بڑھنے کے لیے بہترین تدابیر اختیار کرنا، تمہاری عقل پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ پسپائی ہو، ہزیمت ہو، لوگ نہ مانیں، نہ ساتھ دیں، تو اس کے اسباب کا کھوج لگانا اور ان کا علاج کرنا بھی دینی ذمہ داری ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگ آئیں، جلد سے جلد آئیں، جلد سے جلد کامیابی ہو، دین غالب ہو، یہ آرزوئیں عین مطلوب ہیں۔ لیکن بحیثیت ایک فرد کے تو تمہاری آرزو صرف ایک ہونا چاہیئے وہ یہ کہ تم کوشش کا حق ادا کردو، اور جنت کے مستحق ٹھیرو۔ تمہیں اس کے علاوہ اور کچھ مطلوب نہ ہونا چاہیئے۔

راہ خدا میں جدوجہد کے ساتھ ساتھ، اپنے دل کو شہادت کی آرزو سے بھی آباد و شاداب رکھنا۔ جب تک اللہ تعالیٰ سرشار کرکے شہادت دینے کی منزل اور توفیق سے سرفراز نہ کرے، اس وقت تک مال سے، عمل سے، دعوت

سے، تقریر سے، تحریر سے شہادت میں کوتاہی نہ کرنا، اس شہادت میں اپنا حصہ نہ کھونا۔

۳۴

جماعتی زندگی

راہ خدا میں جدوجہد کے لیے جماعتی زندگی ناگزیر ہے۔ اپنی اصلاح وتربیت کے لیے بھی، راہ خدا میں اپنی استقامت کے لیے بھی۔ جماعتی زندگی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ نہ جماعتی زندگی کے اصول و آداب کا، جن سے نہ صرف جماعت مضبوط ہوتی ہے، تم بھی جماعت سے بہت کچھ حاصل کروگے۔ مقصد سے وابستگی، انسانوں کو جوڑنا، اور ان کے ساتھ جڑے رہنا، سمع و طاعت اور ان کی حدود و آداب، مشورے کے اصول، پابندی وقت، ادائیگی ذمہ داری نصیحت وخیر خواہی۔۔۔ یہ صرف چند چیزیں ہیں۔

جماعتی زندگی میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں کہ مایوسی کی کیفیت ہوتی ہے۔ اگر کبھی ایسا ہو تو جماعت کا دامن نہ چھوڑنا۔ اللہ نے وقت دیا، اور لکھنے کی توفیق ملی، تو میں اپنی کہانی یا اپنی ڈائری لکھ کر جاؤں گا۔ اس سے تمھیں معلوم ہوگا کہ ۱۹۷۰ء کے بعد اختلاف، مایوسی اور اس میں روز افزوں اضافہ کے باوجود میں نے کس طرح وفاداری اور استقامت کے ساتھ عہد وفا کو وفا کرنے کے تقاضے نبھائے۔ بعض تو اختلاف اور مایوسی کی پہلی ہی آنچ میں پگھل گئے۔

(۳۴)

حکمت کی دولت

اپنی زندگی میں اقامت دین کرتے ہوئے، یا دوسروں کی زندگی اور معاشرے میں یہ فریضہ ادا کرتے ہوئے، حکمت کی دولت سے کبھی لاپرواہی نہ برتنا۔ اس ضمن میں حکمت دین کے موضوع پر میں اپنی تقریر اور اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء کے "ترجمان القرآن" کے اشارات خاص طور پر پڑھنے کی تاکید کروں گا۔ اس حکمت میں تیسیر و تدریج کا اصول، تعمق و تشدد سے اجتناب، دونوں کی پابندی بہت اہم ہے۔ جزئی و فروعی مسائل میں دارو گیر اور بحث و مباحثہ سے اجتناب، کرنا۔ عامتہ الناس سے غیر ضروری کشمکش اور ناراضی ہرگز مول نہ لینا۔ ان کی مختلف آرا یا غلطیوں کی بھی اچھی تاویل کرنا۔ ان کی راہ سے نہ ہٹنا، الا یہ کہ معصیت الٰہی صادر ہو رہی ہو۔ حرام حلال کا لفظ استعمال کرنے میں شدید احتیاط برتنا، بلکہ حتی الوسع اجتناب ہی کرنا کہ سلف کا طریقہ یہی تھا۔

(۳۵)

ہر چیز کو اللہ کی مرضی کے مطابق بنانا

گھر، اپنا گھر، تمہارے اختیار میں ہے۔ اس گھر میں اللہ کے کلمہ کو

غالب رکھنا، اللہ کی حکومت قائم کرنا، اسے اللہ کی مرضی کے مطابق بنانا اور چلانا تمہارا سب سے بڑا اور اہم کام ہونا چاہیے۔ اپنی ذات کے بعد، تم سے انہی چیزوں کے بارے میں سوال اور مواخذہ ہوگا، جو تمہارے اختیار میں ہیں۔ ان میں سب سے اہم تمہارا گھر ہے۔ گھر کی اصلاح تمہاری ذات کی اصلاح پر منحصر ہے اور تمہاری ذاتی اصلاح گھر کی اصلاح پر۔ گھر اللہ کی مرضی کے مطابق چلے گا، تو تمہیں اطمینان وسکون کی بیش بہا دولت نصیب ہوگی۔ آج کوئی گھر باہر سے آنے والے اثرات سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی تمہاری کوششوں سے بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے) گھر کی زندگی کے لیے رہنما اصول ہو۔ گھر چلانے اور گھر میں باہمی تعلقات میں یہی روح جاری وساری اور کارفرما ہو۔ گھر کا ساز وسامان ہو، گھر کا کھانا پینا ہو، بچوں کی تعلیم ہو، ان کی تربیت ہو، ان کے شوق ہوں، ان کا مستقبل ہو، میاں بیوی کا تعلق ہو، بچوں کے ساتھ برتاؤ ہو، ملازموں کے ساتھ سلوک ہو۔۔۔ یہی پیش نظر رکھنا کہ کوئی بات ایسی نہ ہو جو اللہ کی آگ کا مستحق بنائے۔ جتنا تم اس پر نظر رکھو گے، اس کا اہتمام رکھو گے، اتنا گھر کی زندگی جنت بنے گی، اور جنت کے حصول کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ آگ کا سوچتے رہنے سے گھر دنیا کے مزوں اور تفریحوں سے خالی ہو جائے گا۔ نہیں، بلکہ اسکے باوجود دل جوئی اور مودت

بھی ہو گی، باہمی پیار بھی ہو گا، عفو ودرگزر بھی ہو گا، حلال وطیب سے لذت اندوزی بھی ہو گی، مناسب سامان زینت بھی ہو گا۔۔۔ اس لیے کہ یہ سب اللہ کی آگ سے بچنے کے لیے ضروری ہے۔

کوئی دوانسان ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جب ایک جگہ ہر دم رہنا ہو تو کھٹ پٹ، ناراضی اور اختلافات سے مفر نہیں۔ لیکن شوہر یہ یاد رکھیں کہ رسول ﷺ اپنے گھر میں کیسے شوہر تھے، آپؐ نے اس بارے میں کیا ہدایات دی ہیں۔ عورتوں کی دل جوئی کو ان کا حق قرار دیا ہے۔ سفر میں جاتے تو کسی کو ساتھ لے جاتے۔ روزانہ ان کے ساتھ وقت گزارنے کا اہتمام کرتے۔ ان کے ہنسی مذاق میں شریک ہوتے۔ ان کو تفریح بھی کراتے۔ ان کے ساتھ دوڑ بھی لگائی۔ اور فرمایا: ایمان میں کامل وہ ہیں جو اخلاق کا حسن رکھتے ہیں، اور تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے اچھے ہیں (ترمذی)۔

شوہروں نے عورتوں کی تادیب کی تو حضورؐ کی ازواج کے پاس کثرت سے عورتیں شکایت لے کر پہنچ گئیں۔ آپؐ نے فرمایا: کثرت سے عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت کرنے میری بیویوں کے پاس آئی ہیں۔ ایسے لوگ تم میں اچھے لوگ نہیں ہیں۔ فرمایا: عورتوں سے نرمی اور خیر کا برتاؤ کرو۔ فرمایا: کوئی مومن مرد کسی مومن عورت کو ناپسند نہ کرے۔ اگر اس کی کوئی عادت ناگوار ہے، تو کوئی دوسری ایسی بھی ہو گی جو اسے اچھی لگے (اور یہی معاملہ مردوں کے حوالے سے عورتوں کے لیے بھی ہے)۔

شکستہ توقعات اور کسر وانکسار پر آمادہ نہ ہونا، یہی تعلقات کی خرابی کی اصل وجوہ ہیں۔

بچوں کی عزت نفس کا خیال رکھنا، لیکن ان کی تربیت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ یاد رکھنا کہ بچوں سے بڑھ کر دو رنگی کو پہچاننے والا اور کوئی نہیں ہوتا۔ اس لیے گھر میں تم اور کچھ کرو نہ کرو، قول و فعل کی دو رنگی سے خود کو ضرور بچانا۔

بچوں کو آداب کی تعلیم ضرور دینا۔ سلام وملاقات کے، بڑوں کی خدمت و احترام کے گفتگو کے، مہمانوں کی میزبانی کے، کھانے پینے کے، اور ایسے ہی دیگر آداب۔

میری تمنا تھی کہ بچوں کے بچے پہلے قرآن ختم کریں۔ قرآن سے محبت اور تعلق ان کے دلوں میں بیٹھ جائے۔ وہ انگریزی اسکولوں میں نہ جائیں۔ اس عمر میں ان کے حافظوں کی لوحوں پر بابا بلیک شیپ کے گانے نہ کندہ ہوں، قرآن کی آیات، حضورؐ کے ارشادات، نعتیں، اقبال وحالی جیسے شاعروں کا کلام، دینی ادب کے شہ پارے نقش ہوں۔ یہ سب تو نہ ہو سکا۔ بس اب کم سے کم قرآن اور دینی ادب کی تعلیم جتنی دے سکو، اور اس طرح دے سکو کہ ان کی اہمیت اور محبت بھی دل میں بیٹھتی جائے تو میری روح کو بہت خوشی ہوگی۔

میں ٹی وی کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دیتا۔ لیکن خدا کے لیے اپنے

گھروں کو اس لعنت اور گندگی سے پاک رکھنا، فحش و عریاں تصاویر اور رسالوں اور کتابوں سے بھی۔ گھر کی فضا کو جتنا پاکیزہ بنا سکو اور رکھ سکو اتنا ضرور بنانا اور رکھنا۔

گھر میں باقاعدہ اجتماع ہو سکے تو اچھا ہے، لیکن روز مرہ کے معمولات میں اللہ کی یاد اور بھلائیوں کی تلقین اور برائیوں سے اجتناب کی نصیحت کو ضرور سمونا۔ جہاد اور شہادت کے قصے بھی سنانا۔

۳۶

احساس آخرت اور رجوع الی اللہ

جن جن باتوں کی میں نے وصیت کی ہے، ان پر عمل کرنے کے لیے تمہیں قوت واستعداد کی ضرورت ہوگی۔ اس قوت کا سرچشمہ یہ یقین، اس بات کا دھڑکا، اور اس وقت کی تیاری ہے کہ۔ ۔ ۔ اللہ کے پاس جانا ہے، اس سے ملاقات کرنا ہے، اصل کامیابی وہیں کی کامیابی ہے، اصل زندگی وہی ہے۔ تم کو ایک دفعہ اس بات کا فیصلہ کرنا ہے، کرنا چاہیے، اور جتنا جلد کر لو اتنا اچھا ہے کہ تمہیں ہر کام اسی لیے کرنا ہے، ہر لمحہ اسی طرح گزارنا ہے، ہر پیسہ اسی لیے خرچ کرنا ہے، ہر تعلق اسی طرح کرنا ہے کہ وہ آخرت میں تمہارے کام آئے۔ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:۱۸)۔ (اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے

کل کے لیے کیا سامان کیا ہے) ،اکثر لوگ دو کشتیوں میں سوار ہو کر چلنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، دونوں ہی میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ تم فیصلہ کر لو کہ تمہیں دنیا کی پوری زندگی سے آخرت اور صرف آخرت کمانا ہے۔ دنیا کمانا ہے تو وہ بھی اسی لیے کہ اس سے آخرت کمانا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ:۴۶)۔

(جو سمجھتے ہیں کہ آخر کار انہیں اپنے رب سے ملنا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے)، میں تم شامل ہو جاؤ گے، تمہیں خشوع حاصل ہوگا، (خشوع نہ ہو تو علم کی بڑی سے بڑی مقدار بے کار ہے) خشوع حاصل ہوگا تو صبر اور صلوۃ کی راہ آسان ہوگی، اور یہ دونوں ہی دین اور دنیا کی تمام بھلائیوں کی کنجیاں ہیں۔

تقوی جو کامیاب زندگی کا عنوان ہے، اس کا راز بھی اسی فیصلے، اور اس پر استقامت میں پوشیدہ ہے کہ آخرت مطلوب ہے۔ دنیا کی ہر دلچسپی اور ہر شغل سے آخرت ہی کمانا ہے۔ اسی کو ہر وقت نگاہ میں رکھنا۔ پھر تقوی حاصل ہوگا، آسمان و زمین سے برکتیں نازل ہوں گی، ہر مخمصے سے نجات کا راستہ ملے گا، رزق اس طرح اور ایسے ذرائع سے ملے گا کہ وہم وگمان میں نہ ہوگا، ہر کام میں آسانی ہوگی، اور تم جنت کے وارث ہوگے۔ اس مقصد کے لیے موت اور منازل آخرت کو کثرت سے یاد کرنا۔

(٣٧)

غیب پر ایمان

آخرت کے لیے ارادہ، اس کو ہدف و مقصود بنانا، اور اس کے لیے سعی جیسا کہ اس ارادہ کا حق ہے۔ یہ اسی وقت حاصل ہوگا جب تم ایمان بالغیب کی نعمت حاصل کروگے۔ اللہ ہو یا آخرت، دونوں ہی غیب میں ہیں۔ وہ حقیقتیں جو حواس کی گرفت سے باہر ہیں، بصارت وبصیرت سے پوشیدہ ہیں، ان پر ایمان ویقین سے ہی تمہارا ارادۂ آخرت اور اس کی کوشش میں استحکام وقوت حاصل ہوگی۔ جنت اور دوزخ تمہارے سامنے نہیں، اس کے بغیر ہی ایک کی طلب ولالچ اور دوسری کی نفرت وخوف تمہیں حاصل ہو۔ رحمٰن کو بھی تم نے دیکھا نہیں لیکن اس پر بھی ایمان رکھو اور اس کی خشیت اپنے دل میں پیدا کرو۔

(٣٨)

خدا اور رسولؐ سے محبت

ایمان کی حلاوت پانے کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کو دل میں بساؤ۔ ان سے محبت ہوگی تو ایمان رگ رگ میں اتر جائے گا، دل کی گہرائیوں میں جگہ بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ: ١٦٥) (اور جو لوگ ایمان لائے ہیں سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں)

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے: تم حقیقی معنوں میں پوری طرح مومن نہیں ہو سکتے جب تک میں تمہیں دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس محبت کی معرفت کوئی مشکل کام نہیں۔ تم میں سے ہر ایک محبت کے مزے سے آشنا ہے۔ اس سے قرب کے لیے بے تابی، اس کا نام لینے میں لذت، اس کے ذکر اور بار بار ذکر کی خواہش، اس کی محبت کی جستجو، اس کی ناراضی کا خوف۔۔۔ بس یہ دیکھتے رہو کہ یہ کتنا حاصل ہے۔ دل میں جھانک کر دیکھو، کہ وہاں اللہ کا کیا مقام ہے۔ بس وہی مقام تمہارا اللہ کے ہاں ہو گا۔

اس محبت کے حصول کا نسخہ بھی بہت آسان ہے۔ رسول اللہؐ کا اتباع، آپؐ کے نقش قدم پر چلنا، آپؐ کی طرح زندگی بسر کرنا، آپؐ کے رنگ میں رنگنا، انہی مقاصد کا محبوب ہونا جو آپؐ کو محبوب تھے، انہی راہوں پر چلنا جو آپؐ کو محبوب تھیں، قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:۳۱) (اے نبیؐ لوگوں سے کہہ دو، اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا)۔

اس کے لیے دعا مانگتے رہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِيْ اِلٰى حُبِّكَ۔ (اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ہر اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت سے

قریب لے آئے)۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اُحِبُّكَ بِقَلْبِيْ كُلِّهٖ وَاُرْضِيْكَ بِجُهْدِيْ كُلِّهٖ۔

(اے اللہ، مجھے میرے پورے دل سے اپنے سے محبت کرنے والا بنا دے اور میں اپنی ساری کوشش تجھے راضی کرنے میں لگادوں)۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّ قَلْبِيْ لَكَ كُلَّهٗ ، وَسَعْيِيْ كُلَّهٗ فِيْ مَرْضَاتِكَ۔

(اے اللہ، میرے دل کی ساری محبت اپنے لیے کر دے، اور میری ساری کوششیں تیری رضا کے لیے ہوں)۔

اللہ کی نعمتوں کو کثرت سے یاد کرو، اس کے احسانات کو یاد کرو، ان کا تذکرہ کرو، جتنا کر سکو۔ ہر قسم کی نعمتیں، عام بھی اور خاص بھی، معنوی و روحانی بھی اور مادی بھی، چھوٹی بھی اور بڑی بھی۔

۳۹

استغفار

کتنی بھی کوشش کرو، یہ یاد رکھنا کہ گناہوں سے بچنا ممکن نہیں۔ كُلُّكُمْ مُذْنِبٌ كُلُّكُمْ خَطَّاؤُنَ (تم سب گناہ گار ہو، تم سب خطاکار ہو) اگر تم گناہ نہ کرتے، اللہ دوسری مخلوق پیدا کرتا، ان کو اختیار کی آزادی دیتا، وہ گناہ

کرتے استغفار کرتے، پھر وہ ان کو معاف کر دیتا۔ اس لیے اپنے گناہوں سے ہمت نہ ہارنا، حوصلہ نہ کھونا، مایوسی کے پھندے میں نہ پھنسنا، استغفار کرنا، اور اپنے رب کی راہ پر چلتے رہنا۔

اس کا دست کرم ہر وقت پھیلا ہوا ہے۔ وہ خود بلاتا ہے کہ آؤ اور گناہ بخشواؤ۔ یدعوکم لیغفر لکم، صبح کو بلاتا ہے کہ رات کے گناہ گار آئیں، شام کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن کے گناہ گار آئیں، استغفار کریں تاکہ وہ ان کو بخش دے۔

استغفار میں جلدی کرنا۔ گناہ ہوتے ہی ہاتھ پھیلا دینا، دل پر سے داغ دھل جائے گا اور وہ چمک اٹھے گا۔ اندھیرا چھٹ جائے گا، روشنی ہو جائے گی۔ جو ایمان دل سے نکل گیا ہوگا، وہ واپس آ جائے گا۔ ان چیزوں میں دیر نہ لگنا چاہیے۔

کثرت سے استغفار کرنا۔ حضورؐ ایک دن میں ۱۰۰ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔ ایک ہی گناہ بار بار سرزد ہو، بار بار استغفار کرنا۔ گناہ کا بار بار ہونا تمہیں استغفار سے عاجز نہ کرے۔ بار بار گناہ کرنا اور بار بار استغفار کرنا، گناہ پر اصرار کی تعریف میں نہیں آتا۔ گناہ ڈھٹائی سے کرنا، اس کے بعد نادم نہ ہونا، اس کے لیے تاویل کرنا، جواز فراہم کرنا، یہ چیزیں اصرار کی تعریف میں آتی ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

گناہ کے بعد آنسو بہا لینا۔ اس میں کمی نہ کرنا۔ کچھ تلافی اور کفارہ بھی اپنے اوپر عائد کرنا، کچھ صدقہ مال کا، کسی کے لیے عفو و درگزر، کچھ رکعات نماز کی۔

توبہ اور استغفار میں جلدی کرنا چاہیے، اس کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ لیکن اس کا بہترین وقت فجر سے قبل سحر کا ہے۔ چند لمحات کے لیے ہی توفیق ہو، پیشانی ٹیک کر، آنسو بہا کر استغفار کرنا، ضرور کرنا۔

بندوں کے حقوق کے باب میں گناہ ہو تو ندامت اور استغفار کے ساتھ حقوق کی ادائیگی، نقصان کی تلافی اور معافی بھی ضروری ہے۔

استغفار سے نہ صرف اس مغفرت کا دروازہ کھلے گا جو جنت میں داخلہ کے لیے ضروری ہے۔ وَسَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (آل عمران: ۱۳۳)۔ (دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس کی جنت کی طرف جاتی ہے، جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے)، بلکہ دنیاوی خوش حالی، مسائل کا حل اور تنگی میں فراخی نصیب ہوگی۔

(۴۰)

عمل کا صلہ

آخری بات یہ کہوں گا کہ جو کچھ اللہ کی رحمت ملے گی، مغفرت ملے

گی ، نعمت ملے گی ، ابدی راحت ملے گی ، رب کی خوشنودی ملے گی ، وہ تمہاری اپنی کوشش سے ملے گی ، اپنی محنت سے ملے گی ، کچھ کرنے سے ملے گی ۔ جو انعام ہے وہ محنت کا ، عمل کا ، سعی کا ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ، جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ (السجدہ :۱۷)۔ (پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے)۔ وَاَنْ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعَیٰ (النجم :۳۹)۔ (اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے ، مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے) وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰی ، ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی (النجم: ۴۱)۔ (پھر اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی۔

زندگی ، سب سے قیمتی چیز ہے ۔ تم اس کی ذمہ داری سنبھالو ، جس طرح دکان دار اپنی دکان کی ، تاجر اپنی تجارت کی اور کسان اپنے کھیت کی ذمہ داری سنبھالتا ہے ۔ باگ اپنے ہاتھ میں لو ، مال فراہم کرو، بیج ڈالو ، صبح وقت پر دکان کھولو ، شام کو وقت پر بند کرو، روز کا حساب کر لو ، جب تم خود کو اور اپنی زندگی کو بنا سنوارنے کے لیے آگے بڑھو گے ، اس کی دھن تم پر سوار ہو جائے گی ، اسی کے لیے کام کرو گے ، تو اللہ تعالی خود تمہارے لیے ترقی کی راہیں کھولتا جائے گا ، یہ اس کا وعدہ ہے ، وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:۶۹)۔ جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے

دکھائیں گے)۔

اس کو دو ہی چیزیں مطلوب ہیں :ایک ، ارادہ ، دوسرے ، سعی و کوشش ۔ دونوں ایمان کے ساتھ ۔ پھر اس کی طرف سے قدردانی اور اکرام میں کمی نہ پاؤگے ، وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (بنی اسرائیل: ۱۹)۔ (اور جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے ، اور ہو وہ مومن ، تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور ہوگی ۔)

اپنے اعمال سے ڈرتے رہو ، اللہ سے خشیت اختیار کرو، جو رحمان و رحیم ہے ۔ مگر اس کی رحمت اور وعدوں کی سچائی پر یقین رکھو۔ اس سے امیدیں لگائے رکھو۔ خوف اور لالچ کے ساتھ اسے پکارو ۔ اور اس بات کا ورد کرتے رہو: كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۔

اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتا ہوں تو امید و بیم کی کیفیت ہے ، خوف غالب ہے ۔ اللہ سے کوئی بعید نہیں کہ آخر وقت آنے تک امید غالب ہو جائے ۔ اپنی بداعمالیوں پر افسوس اور ندامت ہے ، شرمندگی ہے ۔ السابقون اور المقربون کا ذکر پڑھتا ہوں تو ایک ہوک سی سینے میں اٹھتی ہے ۔ کچھ ایسا مشکل بھی نہ تھا ، وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ (ق:۳۱) (جنت متقین کے قریب لے آئی جائے گی ، کچھ بھی دور نہ ہوگی) لیکن سب مواقع ضائع کردیے۔ بلاوجہ گناہوں کا بوجھ لادا۔ ایسے گناہ کہ سوائے بربادی کے کچھ نصیب نہ ہو ۔ یہ

لالچ تو ترک کرنا مشکل ہے کہ وہاں پر مقربین و سابقین کے ساتھ الحاق ہو، لیکن یہ ایک محال خواب و خیال لگتا ہے۔ پھر اصحاب یمین کا سوچتا ہوں، جن کے نیک اعمال زیادہ وزنی ہوں گے، سلامتی ان کا مقدر ہوگی۔ برے اعمال بھی لائیں گے۔ دونوں پلڑوں پر نظر ڈالتا ہوں، تو یہاں بھی امید نہیں بندھتی کہ ان کے زمرے میں شامل ہونے کا مستحق بن سکا ہوں۔ یہ تو بہت ہی آسان تھا۔ پھر اصحاب شمال، اصحاب جہنم کا ذکر پڑھتا ہوں تو بھی یقین نہیں آتا کہ اتنا برا ہوں کہ ان میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر کیا ہوگا؟ کن کے زمرے میں شامل ہوں گا؟ تو اپنا حال ایسا لگتا ہے کہ آخرون اعۡتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمۡ خَلَطُوا عَمَلاً صَالِحاً وَّاٰخَرَ سَیِّئاً، عَسَى اللّٰهُ اَنۡ یَّتُوۡبَ عَلَیۡهِمۡ . اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (التوبہ: ۱۰۲)۔ (کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے ان کا عمل مخلوط ہے، کچھ نیک ہے اور کچھ بد۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے)۔ عمل صالح بھی ہیں، گناہ بھی ہیں، خلط ملط ہیں، کچھ پتا نہیں کہ کس کا پلڑا بھاری ہے، دونوں ہی بہت زیادہ ہیں۔ اپنے گناہوں کا اعتراف بھی ہے۔ ان کا بھی جن کو جانتا ہوں، ان کا بھی جن کو نہیں جانتا۔ جس دن سب دیکھ کر فاعترفوا بذنوبھم کی کیفیت اس حسرت کے ساتھ آئے گی کہ لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ، اس سے پہلے ہی یہیں سب کا اعتراف ہے، اقرار ہے۔ روز کہنے کی کوشش کرتا ہوں المقر المعترف بذنبی الیك۔ لو کنا نسمع او نعقل کی حسرت کے

آنسو بھی آج ہی حاضر ہیں۔ اس لیے امید بندھتی ہے بعید نہیں کہ غفور و رحیم نظر کرم فرمائے، توجہ فرمائے، آغوش رحمت کو وا کرے، اعمال نامہ بر سر عام نہ دے، اسے نشر نہ کرے، پردے کا معاملہ پردے ہی میں رہے، لوگوں کے حسن ظن ہی کا خیال رکھ لے کہ اتنے بندوں کا حسن ظن غلط نہ ہو، اور مغفرت و رحمت سے ڈھانپ لے۔ اس رحمت کے علاوہ تو کسی کا بھی کوئی سہارا نہیں۔ جو مقرب ترین تھے وہ بھی کہہ گئے کہ الا ان یتغمّدنی رحمۃ. اور کوئی آسرا نہیں۔ تین دفعہ پڑھتا ہوں اور کان لگے رہتے ہیں کہ کوئی صدائے دل نواز آئے: اٹھ، تیرے گناہ معاف کر دیے گئے۔

اِنَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوبِیْ رَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِن عَمَلِیْ (بے شک تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے تیری رحمت کا آسرا ہے، نہ کہ اپنے عمل کا)۔

کئی دفعہ مدینہ منورہ میں حاضری کے موقع پر چشم تصور اسی نظارہ کی دید کی آرزو میں بہی ہے، اور درود پڑھتے ہوئے، بہ پائے خواہ چشماں را بمالیم، سوچتے ہوئے اسی وعدے کی تکمیل کی آرزو سینے میں رہی:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (النساء: ۶۴)۔ (اگر انہوں نے یہ کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہارے پاس آ جاتے اور اللہ سے معافی

مانگتے اور رسولؐ بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پاتے)۔

بس حسرت اور آرزو، آرزو اور حسرت۔۔۔یہی حاصل زندگی ہے۔

ان مراحل میں تم سب کا عمل، ان خیر کی باتوں پر جو میں نے یہاں جمع کر دی ہیں، یا جو کبھی بیان کی ہیں، لکھی ہیں، میرے لیے سب سے قیمتی ہدیہ ہو گا، میری سب سے بڑی خدمت ہو گی، میرے ساتھ سب سے بڑا تعلق ہو گا، اور اس کے لیے میں تمہارا سب سے بڑھ کر احسان مند ہوں گا۔

اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَاِیَّا کُمْ اَنِ اتَّقُوااللّٰہَ... (النساء :۱۳۱) اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ (آل عمران: ۱۰۲) اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ۔

(میں تمھیں اللہ سے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سے پہلے جن کو کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ

اللہ سے تقویٰ اختیار کرو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ (میں تمہارا دین اور تمہارے اعمال کے انجام، اللہ کے سپرد کرتا ہوں)

☆ ☆ ☆